بیادگار: مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد عثمان معروفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۲۰۰۱ عیسوی
سرپرست: حضرت مولانا شبیر احمد مشتاق صاحب، شیخ الحدیث جامعہ ام حبیبہ، پورہ معروف
ماہ اگست، ۲۰۲۳ء مطابق محرم ۱۴۴۵ھ

ماھنامہ پیغام پورہ معروف

مدیر: انصار احمد معروفی
نائب مدیر: مولانا مطیع اللہ مسعود قاسمی
شائع کردہ: دفتر ماہنامہ پیغام، پورہ معرف، محلہ بلوہ، کرتھی جعفر پور، ضلع مئو۔

فہرست : قرآن کریم ایک بابرکت نصیحت ہے--حج وعمرہ 2023 مشاہدات وتاثرات۔ قسط نمبر--2 استقبال علمائے کرام---

قرآن کریم ایک بابرکت نصیحت ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں قرآن کریم کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ **و ھذا ذکر مبارك انزلناہ افانتم له منکرون**۔ سورہ انبیا، آیت نمبر ۵۰۔یعنی اے مشرکین! یہ برکت والا ذکر جو مختلف قسم کی نصیحتوں پر مشتمل ہے، اسے ہم نے اتارا ہے، تم ایسی نصیحت والے کلام سے منہ موڑتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہو؟ مفہوم یہ ہے کہ جس طرح اس سے پہلے ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی، جن کی وجہ سے انہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے، اے مشرکین! تم لوگ ان اہل کتاب کو مانتے ہو، اور مسلمانوں کی بہ نسبت ان سے زیادہ قریب ہو، ان کی کتاب کو تم لوگ جس طرح کلام الہی تسلیم کرتے ہو، ان کی باتوں کو صحیح اور برحق سمجھتے ہو، انہی کتابوں کی وجہ سے تم لوگ انہیں اہل علم مانتے ہو، جب کہ تم لوگ ان کتابوں کو غیر عربی ہونے کی بنا پر سمجھنے سے قاصر ہو، تم انہیں خود پڑھ نہیں سکتے، تم کو تو خوش ہونا چاہیے کہ ہم نے تمہارے پاس بھی اس سے افضل کتاب نازل کردی، جو تمہاری زبان میں ہے، جس کی فصاحت اور بلاغت کو تم لوگ خوب سمجھتے ہو، اب ایسی کتاب کا انکار کرتے اور اس سے منہ موڑتے ہو، حالاں کہ یہ کلام نہایت بابرکت اور سعادت سے تمہیں سرفراز کرنے والا ہے، اس میں نصیحت ہی نصیحت ہے، تعجب ہے کہ تم لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے؟ جب کہ اس میں فوائد بھی بہت زیادہ ہیں، اس میں علوم اولین وآخرین بھی ہیں، اور اطاعت کی صورت میں تمہیں یہ بڑی کامیابی دلانے والا بھی ہے، پھر بھی اس پر ایمان نہ لاکر اپنے آپ کو ہمیشہ کی کامیابی سے محروم کرتے ہو؟

حج وعمرہ 2023 مشاہدات وتاثرات ۔ قسط نمبر 2

وسیع فضاؤں میں اُڑنے کا آغاز:

اکثر حضرات کا یہ پہلا ہوائی سفر تھا، اس لیے سبھی حضرات جہاز کو ہر زاویے سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے، اب تک سبھی حضرات ہوائی جہاز کو اوپر اڑتا ہوا دیکھے ہوئے تھے، جس میں دوسرے مسافرین بیٹھے ہوئے رہتے تھے، مگر یہ پہلا موقع تھا کہ خود ایک مسافر بن کر اندر براجمان ہیں اور دوسرے حضرات ان کا نظارہ کر رہے ہیں، کچھ لوگ جو زیادہ عمر دراز تھے، وہ خوف ودہشت کی وجہ سے کھڑکی کے پاس بیٹھنے اور اوپر سے نیچے فضاؤں میں جھانکنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پا رہے تھے، وہ لوگ بیچ کی سیٹ پر بیٹھ گئے جو ایک ساتھ چار سیٹوں پر مشتمل تھی، ایسے لوگ اگر کھڑکی کے پاس والی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے، تو نیچے جھانکنے کے لیے رضامند نہیں ہوئے۔

ہم لوگ بھی انہی لوگوں میں شامل تھے جو حیران کن نگاہوں سے جہاز کی ایک ایک چیز کا مطالعہ کر رہے تھے، چوں کہ ہمارا تعلق اس مولوی قبیلے سے ہے جو پڑھتے پڑھاتے ہیں اور کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے مسائلِ کے حل کے لیے حاشیہ، باریک باریک بین السطور اور شروحات دیکھا کرتے ہیں، اس لیے جہاز کو بھی ایک کتاب کی حیثیت سے دیکھ کر اس کے حواشی وغیرہ کا جائزہ لینے میں دلچسپی دکھا رہے تھے، اپنی قسمت پر رشک آ رہا تھا کہ بڑی بڑی جانچ اور تفتیش کے بعد اب مقامات مقدسہ کے لیے پرواز کرنے والے ہیں، چند گھنٹوں میں 18 ہزار کیلومیٹر کا طویل فاصلہ طے ہو جائے گا، ہماری خدمت کے واسطے اتنی مخلوقات جُٹی ہوئی ہے، کوئی ہمارے کاغذات چیک کرنے پر مامور ہے، کوئی ہمیں بس سے ایئرپورٹ لے جانے کے لیے بے چین ہے، کوئی الیکٹرانک مشین سے ہمارے پورے جسم کو ٹٹولنے کے لیے دیر سے کھڑا ہے، کوئی فنگر پرنٹ کے لیے اپنے ساز وسامان کے ساتھ مصروف ہے، کوئی ہمارے ہینڈ بیگ کے وزن اور اس میں موجود اشیا سے مطمئن ہونے کے لیے صبح سے موجود ہے، تو کوئی ہماری تصویر اتارنے اور آنکھوں کی پتلیوں کو قید کرنے کے لیے تڑپ رہا ہے، کیا ہماری حیثیت اتنی بڑھ گئی ہے؟ اتنے سارے لوگ ہماری خدمت کے لیے لگائے گئے ہیں؟ جو ہماری خدمتیں بڑی خوشی کے ساتھ مسکرا مسکرا کر کر رہے ہیں، ہوائی جہاز کا عملہ اپنے جہاز کے دروازے کو کھول کر ہمارے استقبال کے لئے کھڑا ہے، ایر ہوسٹس ہماری خدمت پر مامور ہو کر خندہ پیشانی سے خیر مقدم کہنے کے لیے نہ صرف تڑپ رہی ہیں؟ بلکہ ضیافت کے لوازمات کے ساتھ منتظر ہیں۔ معاً اس آیت پر نظر گئی (ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری چیزوں کو ہماری خدمت کے لیے پیدا کیا ہے۔

مگر جب دوبارہ سوچا تو احساس ہوا کہ اگرچہ ساری مخلوقات نفع انسانی کے لیے وجود میں لائی گئی ہیں، مگر ان کی خدمات حاصل کرنے کے لیے ہم نے ان کی قیمت پہلے ہی چکا دی ہے، ورنہ یہاں تک کسی بھی انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا کہ اس نے جس طرح یہاں تک پہنچا دیا وہ ان شاء اللہ اپنے پاک گھر کی زیارت بھی نصیب کرا دے گا، اور جب وہ اپنا گھر دکھا دے گا تو ایک دن اپنی رحمت سے جنت الفردوس میں پہنچا دے گا، اور یوں اپنی ذات مقدس کا دیدار کرانے کے بعد ان شاء اللہ ہم سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو جائے گا۔ اللھم اجعلنا من الصالحین۔

سعودی ایئرلائن کی سروس: سعودی ایئر لائن کا جہاز بہت بڑا تھا، اس کی سروس بہت اچھی مانی جاتی ہے، جہاز کا وہ عملہ جو مردوں پر مشتمل تھا وہ سب سعودی تھا، پائلٹ کا نام عبد اللہ تھا، البتہ ائیر ہوسٹس چینی، یا فلپائنی لگتی تھیں، مگر اپنی زبان پر قدرت کے ساتھ عربی اور اردو بولنے پر قادر تھیں، اور وہ مسافروں کو ساری ہدایتیں ہندی میں دے رہی تھیں، مثلاً یہ کہ وہ ہر ایک مسافر کے پاس جا کر سیٹ بیلٹ باندھنے کی تاکید ہندوستانی زبان میں کر رہی تھیں، بیگ کو سر کے اوپر موجود متعینہ بکس میں رکھنے کی ہدایت بھی اسی زبان میں دے رہی تھیں، ٹی وی اسکرین پر بھی عربی، انگریزی اور اردو زبان میں یہ حکم نامے تحفظ اور سلامتی کی غرض سے سنائے جا رہے تھے، مگر بھولے بھالے کچھ حجاج کرام کو جیسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، بار بار تاکید کے باوجود جب

بہت سے حجاج کرام نے ادھر شاید اس وجہ سے توجہ نہیں دی کہ بیلٹ باندھنے کا کیا طریقہ ہے؟ معلوم نہیں تھا، اس لیے جہاز کے کارندے خود قریب آ کر اس کے باندھنے کا طریقہ سکھانے لگے، جب کہ اسکرین پر بھی اسے باندھ کر دکھایا جا رہا تھا۔ اس پر اکثر حضرات نے عمل کرلیا، مگر جہاز کی حرکت شروع کرنے اور اسے زمین چھوڑ کر اوپر تک جانے بلکہ اپنی متعینہ اونچائی تک پہنچ کر برابر ہونے تک کم از کم بیلٹ کا لگا رہنا ضروری تھا، مگر چند کم فہم یا کج فہم لوگ اپنی بدتہذیبی کا مظاہرہ کرنے پر جیسے تلے ہوئے تھے، اس پر خادماؤں نے کسی قدر برہمی کا اظہار کرتے اور ماتھا پیٹتے ہوئے کہا کہ کیا آپ ہندی نہیں سمجھتے؟ جو اتنی دیر سے بتانے کے باوجود بھی اب تک بیلٹ سے آزاد ہیں؟ اسی قماش کے لوگ تھے جو اس میں غیر مناسب حرکتوں سے باز نہیں آ رہے تھے، مثلاً واپسی کے وقت جب دو بجے رات کو فلائٹ تھی، صبح ہونے والی تھی، اس وقت ناشتہ پانی تقسیم ہونے کی تیاری چل رہی تھی، مگر اس کے قبل فلٹر پانی کی بوتل سب حاجیوں کو دی گئی، میں نے دو سیٹ آگے ایک شخص کو دیکھا کہ بوتل کھول کر اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے کلی کرنے جا رہے تھے، وہیں ہاتھ منہ دھونے کی تیار تھے، اس پر ائیر ہوسٹس نے انہیں بہت نرمی سے منع کیا، مگر نا سمجھ ہونے کی بنا پر ایک بار میں نہیں مانے، وہ سمجھ رہے تھے کہ اسی مقصد کے لیے یہ پانی تقسیم کیا گیا ہے۔ بالآخر اسے سختی سے منع کرنا پڑا۔

انجانا خوف: جب سارے حجاج کرام اپنے اپنے مستقر پر آرام سے تشریف فرما ہو گئے، سامان اپنی اپنی جگہ قرینے سے رکھ کر بند کر دیا گیا، تو کچھ مضبوط دل والے حضرات اس پر خوش تھے کہ اب تک ہمارا سارا سفر زمینی سفر تھا، مگر اب ہمارا فضائی سفر شروع ہونے والا ہے، اب ہم فضاؤں میں سانس لیں گے اور بادلوں کی سیر کرتے ہوئے اوپر سے نیچے کا معائنہ کریں گے، اور دیکھیں گے کہ فضاؤں سے ہماری زمین کیسی دکھائی دیتی ہے؟ اسی مسافروں میں ایسے عمر رسیدہ افراد بھی شامل تھے جو پہلے سے ہی یہ خوف دل میں ساتھ لائے تھے کہ جہاز اوپر جا کر کہیں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے، فضاؤں میں سیلانی پرندے بھی اپنی جماعتوں کے ساتھ جہازوں کی سطح پرواز تک اڑتے اور سفر کرتے رہتے ہیں، کہیں کوئی بہادر پرندہ غیرت اور جوش میں آ کر ہمارے جہاز سے ٹکرا جائے اور خدانخواستہ آگ لگ جائے، تو وہاں اوپر فائر بریگیڈ کا عملہ آگ بجھانے کیسے پہنچے گا؟ جہاز سے کودنے کی بھی ہمت نہیں، پیراشوٹ کے ذریعے اترنے اور فضاؤں میں تیرنے کی بتائی جانے والی ترکیب کو سن کر ہی ڈر لگنے لگتا ہے اور ایمرجنسی کھڑکی کا نام سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، عقل کام کرنے کی صورت میں کوئی کام بنتا ہے، سفر حج میں نکلنے سے پہلے خود میرے ایک ہم سفر نے اسی خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنا خوف واضح کر دیا تھا کہ اگر اوپر جا کر کچھ ہو گیا تو کیا ہوگا؟ جب کہ متوکلین حضرات سفر، سواری اور جہاز کی دعا پڑھ کر یوں مطمئن ہو کر اولاً ذکر و اذکار میں مشغول رہے اور جب ساری از بر دعائیں پڑھ چکے تو ناشتہ کرنے کے بعد جب سوئے تو جدہ کے قریب جا کر احرام کی نیت کرنے کے لیے اٹھے اور پھر آرام سے سو گئے، مؤخر الذکر میں میری اہلیہ محترمہ کا شمار ہوتا ہے۔

اب جہاز کے دروازے بند کر دیے گئے، پائلٹ سب کو ایک بار پھر سیٹ بیلٹ باندھنے کی ہدایت دے کر اپنے کیبن میں پہنچ گئے، اسکرین پر اڑان بھرنے کی خبر دی گئی، روانہ ہونے اور پہنچنے کے وقت سے باخبر کر دیا گیا اور پھر امن و سلامتی کی دعائیں دے کر سفر کی دعا بتا دی گئی، اس لیے تمام حجاج کرام پرواز کرنے کے لیے اپنی اپنی دعائیں پڑھ لیں، کھڑکیوں سے حجاج کرام دوسرے جہازوں کے اڑان بھرنے کا اب تک نظارہ کر رہے تھے، اب خود پرواز کرنے والے تھے، کہ جہاز میں حرکت ہوئی اور اس نے رن وے پر چلنا شروع کر دیا، انجن کی آوازیں تیز ہوتی گئیں، مگر مکمل طور سے جہاز کے پیک ہونے سے آواز ہلکی ہلکی لگ رہی تھی، جہاز کے دونوں بڑے بڑے بازو صاف دکھائی دے رہے تھے، اس کے نیچے کے پنکھے بھی نظروں کے سامنے تھے، کوئی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا، اب سب لوگ اللہ کے رحم و کرم کے حوالے تھے، ہم لوگ جہاز کے پچھلے حصے میں بیٹھ کر باہر کی چیزوں کو دیکھ کر رفتار کا اندازہ لگا رہے تھے جو ہم سے مخالف سمت میں بھاگ رہی تھیں، جہاں جہاز کو موڑنے کی ضرورت ہوئی وہاں پائلٹ نے موڑ دیا، رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جا رہی تھی، جو پانچ گھنٹے تک کم ہونے والی نہیں تھی، کیوں کہ یہ جہاز براہِ راست جدہ جا کر رکنے والا تھا، البتہ جو فلائٹیں بنارس سے ہوتی تھی وہ دبئی یا شارجہ جا کر آرام کرتی تھی، فضاؤں میں کوئی ہوائی اسٹیشن بھی تو اب تک کسی ملک والوں بنانے کی کوشش نہیں کی، جو ہنگامی صورتحال میں اترنے کے لئے کام

آئے، سائنس دانوں نے کوئی اسٹیشن بنایا بھی تو وہ فضاؤں کو پار کر کے خلا میں بنا دیا، جنہیں ہم خلائی اسٹیشن کے نام سے جانتے اور پکارتے ہیں۔

آسمان وزمین کے درمیان: جہاز رن وے پر دوڑتے دوڑتے بہت دور نکل گیا، لوگ باہر سے اسے جاتا ہوا دیکھتے رہے اور ہم لوگ ہوائی اڈہ کی عمارتوں کو دیکھتے رہے جو پیچھے چھوٹ رہی تھیں، دریں اثنا اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے جہاز کی آواز میں بہت تیزی آگئی ہے اور اس نے اپنا آگے کا حصہ اوپر اٹھا دیا ہے، اور پھر ساتھ ہی پیچھے کا پہیہ بھی زمین چھوڑ کر اوپر اٹھ چکا ہے، رن وے پر چلنے میں جو گڑ گڑاہٹ کی سی آواز کا احساس ہو رہا تھا وہ پہیوں کو اٹھانے اور زمین سے الگ ہونے کی صورت بہت کم ہو گیا، سبھی کو پتہ چل گیا کہ ہم لوگوں کا زمین سے جو پرانا رشتہ جڑا ہوا تھا وہ پہلی بار ٹوٹ چکا ہے، اب ہم رفتہ رفتہ زمین سے دور اور آسمان سے قریب ہوتے جا رہے ہیں، جہاز مستقل طور پر تمام مسافروں اور ان کے وزنی سامانوں کو لے کر اوپر کی جانب اٹھتا چلا جا رہا ہے، سیٹ بیلٹ باندھنے کی وجہ سے کسی جھٹکے کا احساس نہیں ہوا، کتنا طاقتور اس کا انجن اور کتنے مضبوط اس کے کل پرزے ہیں، یہ تو جہاز کے ماہرین ہی بتا سکتے ہیں کہ اس کا کتنا ٹن وزن رہا ہوگا اور ابھی اس میں کتنی صلاحیت اور ہوگی کہ فضاؤں میں اتنا بوجھ لے کر پوری ذمہ داری اور ساتھ ہی برق رفتاری کے ساتھ چلا جا رہا تھا، ایک مخلوقِ میں جب اتنی استعداد اور صلاحیت ہو سکتی ہے تو خالق کائنات کی قوت وطاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس سے زیادہ کسی میں کوئی قوت وطاقت نہیں، انسان کی قوت وطاقت تو عارضی اور اللہ تعالیٰ کے دینے سے حاصل ہوئی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ساری قوتوں کا خالق ومالک اور اس کا تقسیم کار بھی ہے۔

اس سعودی ایئر لائن کے جہاز کی ایک قطار میں 8 مسافر بیٹھے ہوئے تھے، اور دو راستے آمد ورفت کے لیے بنے ہوئے تھے، طیارہ کو جتنی بلندی پر جانا تھا، وہ اپنی سطح پر جا رہا تھا، اب دھیرے دھیرے ساری چیزوں کا حجم کم ہوتا دکھائی دے رہا تھا، چھوٹی چھوٹی چیزیں غائب اور بڑی بڑی چیزیں کھلونوں کی طرح محسوس ہو رہی تھیں، چوں کہ ہماری پرواز دن کے اجالے میں ہوئی تھی اس لیے رات میں نظر آنے والی روشنیاں معدوم تھیں، اب ہم لوگوں کی حد پرواز بہت بلند ہو گئی تھی اور اس قدر اونچائی پر پہنچ چکے تھے کہ زمین سے ہمارا جہاز چیل کی مقدار کے برابر محسوس ہوتا رہا ہوگا مگر اتنی بلندی پر ہمیں بڑی چیزیں بھی نظر نہیں آرہی تھیں، ہمارے اردگرد کی فضائیں دھند کی طرح لگ رہی تھیں اور بادلوں کی ٹکڑیوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، احساس ہوا کہ اسی طرح جو شخص عہدے کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے تو تکبر کی وجہ سے اس کی نظروں میں سب لوگ بونے لگنے لگتے ہیں۔

فضاؤں میں پہنچ کر آکسیجن کی ضرورت ہوا کرتی ہے، اس غرض سے جہاز کے عملے نے پورے طیارے میں آکسیجن چھوڑنی شروع کر دی، سب کو گفٹ کے طور پر ماسک وغیرہ دیدیا گیا تھا، تاکید ہوئی کہ ماسک کا استعمال کیا جائے، کھڑکیوں سے باہر جھانکنا اب بے سود تھا، زمین پر سفر کرنے میں ہر وقت گاڑیوں کی آمد ورفت رہا کرتی ہے، جس سے دل بہلتا رہتا ہے، درختوں کے پیچھے بھاگنے کے منظر اور ہرے بھرے کھیتوں کی ہریالیوں اور قرب وجوار میں بنی عمارتوں کو دیکھ کر ٹرین کے مسافرین اپنا وقت بآسانی گزار لیتے ہیں یا کم از کم سیاسی باتوں سے وقت گزاری کر لیا کرتے ہیں، یہاں تو سیٹیں آمنے سامنے بھی نہیں ہوتیں، فضاؤں میں ہریالیوں کا تصور بھی فضول ہے، اس لیے یہاں مسافروں کے دل بہلانے کے لیے ہر سیٹ پر ایک ایک ٹی وی لگی ہوئی ہے جس میں بہت سے تفریحی پروگرام موجود رہتے ہیں، کوئی شخص اگر ان سے دل بہلانے کا شوقین اور اسے چلانے کا جانکار ہے تو وہ ان سے دل بہلا سکتا ہے، اس کے لیے سب کو ائیر فون بھی شروع ہی میں دیدیا گیا تھا۔ مگر حجاج کرام کے لیے یہ سب چیزیں فضولیات ولغویات کی قبیل سے ہوتی ہیں، اس لیے ان کی طرف دھیان نہیں جاتا۔

فضاؤں میں ناشتے کا مزا: اب جب سب کام صحیح طور پر مکمل ہو گیا تو ائیر ہوسٹس اور دیگر کارندے مسافرین کی ضیافت کے لیے ناشتے کی ٹرالی لے کر چلے، طیارے میں اس قسم کی اشیا پہلے سے ایک کیبن میں رکھ لی جاتی ہیں، تاکہ کسی جگہ اتر کر لینے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ بھوک کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی، طیارہ گیارہ بجے سے قبل ہی پرواز کر چکا تھا، روانہ ہونے سے پہلے بہت کچھ کھا پی لیا گیا تھا، کچھ فاضل اشیا بیگ میں بھی رکھ لی گئیں تھیں، مگر جب طیارے میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کی گئیں تو شوق کے ہاتھوں سے اس لیے وصول کیا گیا کہ اس کی قیمت ادا کی گئی ہے،

دوسری بات یہ بھی تھی کہ آج اس بات کا تجربہ اور مشاہدہ کرنا تھا کہ اب تک زمین سے تیار شدہ اشیا ہم زمین پر بیٹھ کر کھاتے پیتے رہے تھے، اب زمین وآسمان کے درمیان معلق ہو کر فضاؤں میں اڑتے ہوئے ان غذاؤں کے ذائقے کا لطف لیا جائے کہ وہ کیسی لگتی ہیں؟ اور اپنی لذتوں میں کتنا اضافہ کرتی ہیں۔

طیارہ نہایت تیزی کے ساتھ جانب منزل رواں دواں تھا ہم لوگ لحہ لحہ اپنے وطن سے دور مگر محبوب سرزمین سے قریب ہوتے جا رہے تھے، مکہ اور مدینہ نزدیک ہو رہا تھا، طیارہ میں لگی اے سی ماحول کو ٹھنڈا بنائے ہوئے تھی، جن لوگوں کے دلوں پر پہلے سے کچھ خوف کا سایہ تھا، وہ اب سلامتی کے ساتھ اوپر پہنچنے اور ائیر ہوسٹس کے ذریعے ضیافتوں کا قریب آتا سامان دیکھ کر وہ سایہ ختم ہو چکا تھا، اس وقت مسافروں کو اپنی اہمیت کا احساس دوبالا ہو گیا تھا کہ ہم لوگوں کی ضیافت کے لیے کیسی کیسی ہستیاں لگی ہوئی ہیں، اور کتنے مہذب حضرات وخواتین ہماری خدمات کے لیے فرش راہ ہیں، ایر ہوسٹس ہر طیارے کی مہذب، حسین وجمیل اور دلکش ہوا کرتی ہیں، جو ہر بات بڑی محبت اور اپنائیت سے سرخ لبوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہتی ہیں، میں یہ تو نہیں کہتا کہ حجاج کرام عمرے کا احرام باندھ کر ان کے حسن وجمال پر نظریں جمائے بیٹھے ہوں گے، وہ بھی بازو میں اپنی شریکِ سفر کی موجودگی میں، نیز جب کہ وہ ہماری ہی خدمت پر مامور ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی موجودگی کے اوقات بہت صبر آزما ہوتے ہیں کہ ایمان کے تحفظ کے لیے ان سے نظریں بچا کر رہنا بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے، کیوں کہ ان کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے اور خدمت کے لیے کوئی نہ کوئی ان میں سے ماڈل سامنے آتا رہتا ہے۔ مگر حجاج کرام اکثر اپنی نظروں کی حفاظت پر دھیان دیے رہتے ہیں۔ مگر ان فاختاؤں کو بھی اتنا بن سنور کر رہنے کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اُدھر کو نظریں اٹھ جایا کریں، اور اپنی فاختاؤں کی سادگی دیکھ کر ترس آتا رہے۔

وہ ایک لائن سے تمام مسافروں کو جوس، کیک، بسکٹ، بریانی، دانتوں کے لیے خلال، سادہ چائے، مگر اوپر سے ایک ایک خوراک چینی اور دودھ کی پیکٹ، کھانے میں استعمال کے واسطے چھری کانٹے، اور اسی قسم کی چیزیں، پیش کر رہی تھیں، نشست گاہ کی کرسیوں پر ٹرے ملحق ہوتے ہیں، بریانی گرم گرم تھی، جس نے مناسب سمجھا، استعمال کیا، کچھ لوگوں نے اس کے مشروبات محفوظ کر کے رکھ لیے، طیارے پر مسافروں کے لئے مامور خادمائیں پھر ہاتھوں میں پلاسٹک کے دستانے پہن کر دیر کے بعد آئیں اور فاضل اشیا ٹرالی میں رکھ کر لے گئیں۔ جوانمرد بھی اس خدمت میں ان کا ساتھ دے رہے تھے

غنودگی کا عالم: جہاز کے کارکنان ناشتے کے بعد یہ چاہتے تھے کہ لوگ ادھر ادھر نہ ٹہلیں، چلنے پھرنے سے جہاز کو جھٹکے لگتے ہوں گے یا زور پڑتا ہوگا، اس واسطے اب دو تین گھنٹے آرام کرنے کی جانب لوگوں کو مائل کرتے ہوئے سارے بلب بجھا دیے گئے، کھڑکیوں سے جو اجالا آرہا تھا، اسے خدام نے بند کر دیا، طیارہ جب اوپر پہنچ گیا تھا اس وقت کانوں کی عجیب حالت ہو گئی تھی، کان سن سن کر رہے تھے، جیسے اس میں پانی یا ہوا گھس گئی ہو اور کان پر پردہ جیسی کوئی چیز ڈال دی گئی ہو، سانس لینے پر وہ چیز کچھ دیر کے لیے ہٹ جاتی تھی تب جہاز کی آواز میں تبدیلی محسوس ہوتی تھی، کبھی کبھی تو ایسا لگتا تھا جیسے بسوں کی طرح درمیان میں کوئی اسٹاپ آ گیا ہو، اور پھر وہاں رکنے کے لیے جہاز کا انجن بند ہونا چاہتا ہو، ہلکی آواز سن کر اس وقت خوف کی سرد لہر سر کی گدی سے لے کر کمر تک محسوس ہوتی تھی، اور باہر کی جانب خوف سے دیکھنے لگتے کہ اگر یہ درمیان میں رکے گا تو کہاں اور کیسے رکے گا؟ مگر یہ نفس یا کانوں کا ایک خلجان تھا جو ہمیں ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ باہر نظر دوڑانے پر بھی رفتار کو ماپا نہیں جا سکتا تھا، صرف اسکرین پر لکھی ہوئی عربی اور انگریزی عبارت سے یقین ہوتا تھا کہ طیارہ تو اپنی دھن میں مگن ہو کر حجاج کرام کو جلد از جلد منزل مقصود پر لے جا کر ہی دم لے گا، اب اطمینان ہو گیا تھا کہ ایسا سوچنا ہمارا وہم ہے۔

اے سی چلنے کے باعث ہلکی پھلکی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا، خدام نے اس سے تحفظ کے واسطے ہلکی چادر دے دی تھی، جو لپیٹ لی گئی، اسی دوران نیند کا غلبہ ہونے لگا، کرسیاں تو آرام دہ تھیں مگر سونے کی گنجائش نہیں تھی، پھر بھی نیند کے غلبے سے آنکھیں بار بار جھپکتی اور کھلتی رہی، بلکہ آدھے سفر میں غنودگی اور نیم غنودگی کی سی کیفیت رہی۔ سامنے لگی اسکرین سے اندازہ ہوتا رہتا تھا کہ ہم سمندر کے اوپر سے گزر رہے ہیں، یا اب فلاں ملک ہمارے قدموں کے نیچے ہے، یا فلاں پہاڑ ہے، جو ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا، اس خدشہ کو ہم جھٹک دیا کرتے تھے کہ طیاروں کو سمندر کے اوپر سے اتنا کیوں گزارا جاتا ہے؟ کیا آبادیوں والے علاقوں پر طیارہ کے حادثہ کا نقصان سمندر میں گرنے سے زیادہ ہوگا؟

طہارت خانے : ہم لوگ جہاز پر سوار ہوئے تو بھارت میں ظہر کی نماز کا وقت شروع نہیں ہوا تھا، سورج اور طیارہ دونوں مغرب کی جانب دوڑ رہے تھے، اس لیے ظہر کا وقت دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا، اس واسطے جب جدہ اتر کر ضروری تفتیش سے فراغت حاصل ہوگئی تو ابھی ظہر کا وقت باقی تھا۔ جہاز میں ایک بار آنکھ کھلی تو دیکھا کہ لوگ اپنا اپنا سیٹ بیلٹ اتار کر جہاز میں بڑے آرام سے گھوم رہے ہیں، معلوم ہوا کہ ایک طرف استنجا خانہ بنا ہوا ہے، جس میں پانی کے بجائے ٹشو پیپر سے صفائی کا انتظام ہے، البتہ اگر پانی کا استعمال ناگزیر ہو تو جہاز کے عملہ کی تاکید کے مطابق بہت کم پانی گرائیں، اور اپنی ضرورت پر کنٹرول کریں، دیکھا تو استنجا خانے سے ایک آرہا ہے اور دوسرا اس میں بڑے فخر سے گھس رہا ہے، خیال ہوا کہ شاید حجاج کرام جہاز کی ایک ایک چیز کو برت کر تجربے سے گزرنا چاہتے ہیں اور سنی ہوئی باتوں کی از خود تصدیق کر لینا چاہتے ہیں۔ عورتیں بھی اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر اس کنارے سے اس کنارے تفریح کے طور پر ٹہل کر پاؤں سیدھا کر رہی ہیں لگتا تھا کہ جہاز کے طہارت خانے کو دیکھ کر قوت مشاہدہ میں اضافہ کرنا چاہتی ہیں، تا کہ کہ اگر کوئی حجن اس ناحیہ سے سوال کرے کہ تم طیارہ کے حمام میں پہنچی تھی؟ تو جواب کے لیے بغلیں جھانکنے کی ضرورت نہ پڑے اور زبان پر سوال داغنے کے ساتھ ہی جواب موجود رہے۔ ہم دونوں کو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی حاجت پیش نہیں آئی، مگر لوگوں کی آمد و رفت دیکھ کر ایک بار پیچھے سے آگے کی طرف جا کر سب طرف دیکھ لینے کی تمنا اس طرح جاگی کہ پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیٹ سے اٹھ گیا اور پائلٹ کیبن کے پاس جا کر اندر جھانکے بغیر دوسرے راستے سے واپس آ گیا، بے ضرورت ٹہلتے ہوئے اچھا نہیں لگتا تھا۔

منزل عشق جب قریب آئی : احرام کی نیت کرنے کے بعد جب یلملم پہاڑ کو پیچھے چھوڑ دیا تب سے دیار مقدسہ کے دیدار کی تمنا میں نیند کا خمار پوری طرح اتر گیا، کبھی کبھی ایسا لگتا تھا کہ جہاز کسی مقصد سے کبھی اچانک نیچے ہو جاتا ہے تو کبھی کسی ضرورت سے پھر اوپر آ جاتا ہے، گھڑی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اب جلد ہی جدہ ائیر پورٹ آنے والا ہے، سب لوگ سیٹ بیلٹ پھر سے باندھ لیں، جہاز تھوڑا تھوڑا نیچے کی طرف جھکتا محسوس ہوتا رہا، پہاڑ اپنا وجود ظاہر کرنے لگے تھے، سب لوگ شوق کے مارے اٹھ گئے تھے، کھڑکیوں کے پردے اوپر کر کے نیچے کے نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے، اب تو جدہ کی بلند و بالا عمارتیں بھی نمودار ہو رہی تھیں، پھر یکا یک زمین مبارک سے اتنے قریب آ گئے کہ پہاڑوں میں گھومتی سڑکیں اور گاڑیوں کے چمکتے شیشے واضح ہونے لگے، گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاریں اور پر پیچ سڑکوں کا نظارہ بڑا فرحت بخش محسوس ہو رہا تھا، سورج کا پیچھا چھوڑ کر طیارہ تھکن سے مجبور ہونے کے باعث اپنے وطن مدینۃ الحجاج ائیر پورٹ جدہ کے اوپر آ کر چکر لگانے لگا، اپنے متعینہ نشان کی سمت جانے کی راہ پر آگے بڑھنے لگا، اب ہم لوگ اس بین الاقوامی مطار کے گرد چکر لگا رہے تھے جہاں ہر دومنٹ پر موسم حج میں طیارے اترتے ہیں، مگر ہمیں طیاروں کی بھیڑ میں کسی طیارہ سے ٹکرانے کا خوف نہیں تھا

اب طیارہ بڑی تیزی کے ساتھ رن وے کے قریب ہو رہا تھا، مگر کمزور دل کے کسی گوشے سے ایک خطرہ دل کی دھڑکنوں کو بڑھا رہا تھا کہ کبھی کبھی طیارہ کی لینڈنگ کے وقت جہاز کا توازن برقرار نہیں رہ پاتا، اور اچانک ڈس بیلنس کے باعث اس میں آگ لگ جاتی ہے، پھر اس خدشے کو ذہن سے جھٹک دیا کہ سارے خطرات کا ہدف بننے کے لیے ہم ہی لوگ رہ گئے ہیں، جس طرح اب تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی ہے، ان شاء اللہ آئندہ بھی اس کی نصرت ہمارے ساتھ رہے گی، جب اس نے اپنے گھر کے دیدار کے واسطے ہمیں بلایا ہے تو وہی سلامتی کے ساتھ سارے خطرات کو راہوں سے ہٹائے گا۔ سیڑھی سے نیچے اترنے کی طرح جہاز بھی اتر رہا تھا، اسے ائیر پورٹ کے متعلقہ حکام کی جانب سے اترنے کی اجازت مل چکی تھی، اس لیے اس نے اپنے سمیٹے ہوئے پہیے نکال دیے اور پھر جس وقت کہ مطار کی عمارتیں واضح طور پر بڑی بڑی دکھائی دینے لگی تھیں، اترے ہوئے کچھ ہوائی جہاز سے حجاج کرام خوشی خوشی اتر رہے تھے، اسی طرح ہمارے طیارہ نے بھی دیکھتے دیکھتے نیچے آ کر پہیے زمین پر رکھ دیے جس کی گڑگڑاہٹ سے اندازہ ہو گیا تھا کہ لینڈنگ کامیابی کے مرحلے سے ہم کنار ہو گئی ہے، رن وے پر دور تک جانے کے بعد پھر آہستہ آہستہ وہ اپنی رفتار کم کرتے ہوئے ایک جگہ رک گیا۔

جدہ ائیر پورٹ اور حجاج کرام : سعودی ایئر لائن کی فلائٹ سے ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت جدہ مدینۃ الحجاج ائیر پورٹ پر دن میں ڈھائی بجے اترے، اکثر حجاج کرام اس جہاز کی سیڑھیاں لگنے سے قبل جذبۂ شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے اپنے بیلٹ کی قید سے

آزاد ہو گئے اور ہینڈ بیگ کے ساتھ اترنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ابھی جہاز وقتی طور پر رکا ہوا تھا مگر اپنی متعینہ جگہ پر نہیں پہنچا تھا جس طرح بس سے اترنے کے لئے لوگ جلد بازی میں گیٹ پر پہنچنے لگتے ہیں بعینہ اسی طرح اکثر حضرات اترنے کے لئے دروازے کے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ جب تک جہاز کے سعودی بااخلاق عملوں نے دیکھ لیا اور فوراً انھیں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھنے اور بیلٹ باندھنے کی تاکید کی تاکہ عجلت کے منفی ردعمل میں کوئی ناخوشگوار حادثہ رونما نہ ہو جائے۔

ان کی بیتابی اور کندھوں میں بیگ لٹکانے کو دیکھ کر اہلیہ نے بھی مجھے اترنے کے لئے زور ڈالا، میں نے کہا کہ باہر کھڑکی کے ذریعے دیکھو ابھی سیڑھیاں بھی نہیں لگی ہیں اور جہاز کی نشست کی بلندی ایک منزل اوپر ہے، کیا یہ لوگ جہاز سے کود کر اتریں گے؟ یا جہاں یہ لوگ کہہ دیں گے وہ وہاں روک کر اتار دے گا؟ اسی دوران پھر جہاز نے آگے اپنی متعینہ جگہ پر جانے کے لیے حرکت کر دی اور لوگ چوکنا ہو گئے۔ متبرک اور مقدس سرزمین پر اترنے نیز پانچ گھنٹے سے فضا میں تیرنے کے باعث حجاج کرام بہت جلد اپنی منزل مقصود پر پہنچ جانا چاہتے تھے۔

جدہ ایئر پورٹ پر چاروں طرف طیارے ہی طیارے نظر آرہے تھے، بالآخر سیڑھیاں لگا دی گئیں، اور لوگ ہوائی جہاز سے اتر کر اس بس پر بیٹھنے لگے جو انھی کے لیے آئی ہوئی تھی، نیا ملک، نئی سرزمین، نئی آب وہوا؛ الغرض یہاں کی ساری چیزیں نئی اور قابل احترام تھیں، اگر ایک طرف اپنے ملک کی آب وہوا اور دھوپ کے برخلاف سخت دھوپ کا سامنا تھا تو دوسری طرف اللہ پاک کی رحمت کے ٹھنڈے ٹھنڈے سائے نصیب ہو رہے تھے، جس کے سائے میں انسان سکون اور اطمینان کی سانسیں لے رہا تھا، امن وسلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچنے کی خوشی حجاج کرام کے تابناک چہروں سے جھلک رہی تھی، مگر ابھی یہاں بھی تفتیش اور جانچ کے مراحل سے ہر ایک کو گزرنا تھا، جس کے لیے ہر ملک اور ہر فلائٹ کے واسطے جدا جدا کاؤنٹر بنا ہوا تھا جہاں لائن میں لگ کر ویزا، ٹکٹ اور ویکسین وغیرہ کی جانچ کے ساتھ دسوں انگلیوں کی علامت ریکارڈ کرانی تھی، نیز آنکھ کی پتلیوں کو بھی کیمرے میں قید کرنا تھا، فنگر جانچ اس لیے کرائی گئی تھی کہ دوبارہ اگر یہ حجاج کرام حج کمیٹی سے حج کے لیے جائیں گے تو انھیں جانے سے روک دیا جائے گا۔ البتہ وہ حج وزیارت ٹور کمپنیوں سے جا سکیں گے۔ فنگر پرنٹ لکھنؤ ایئر پورٹ پر نہیں لیا گیا تھا۔ اس مطار کا نام ''مطار الملک عبدالعزیز الدولی، جدہ'' ہے، ایئر پورٹ پر چہار جانب حجاج کرام اور ان کو لانے والے جہاز نظر آرہے تھے، آزاد دائرۃ المعارف کے حوالے کے مطابق شاہ عبدالعزیز بین الاقوامی ہوائی اڈا (King Abdulaziz KAIA-International Airport) (عربی: مطار الملک عبدالعزیز الدولی) (آئی اے ٹی اے: JED، آئی سی اے او: OEJN) جدہ کے شمال میں 19 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بین الاقوامی ہوائی اڈا ہے۔ اس کا نام شاہ عبدالعزیز آل سعود کے نام سے منسوب ہے جس کا افتتاح 1981ء میں ہوا۔ یہ سعودی عرب کا مصروف ترین ہوائی اڈا ہے۔ موجودہ ہوائی اڈے کے تین ٹرمنل ہیں: جن میں سے ایک حج ٹرمنل بھی ہے۔

حجاج ٹرمنل اور تفتیشی عمل: یہ ٹرمنل حجاج اور عمرہ زائرین کے لیے مخصوص ہے۔ حج کے دنوں میں کئی خصوصی پروازیں چلائی جاتی ہیں جن کے مسافر یہاں اترتے ہیں۔ دیگر بین الاقوامی پروازوں پر سے حجاج اور عمرہ زائرین کو یہاں اتار لیا جاتا ہے جبکہ باقی مسافروں کو جنوبی یا شمالی ٹرمنل کے لیے لے جایا جاتا ہے۔

حجاج کرام کو مطلوبہ اور ضروری کاغذات کی تلاش میں دشواری اس وجہ سے ہوتی رہتی ہے کہ کہیں کوئی اور کاغذ کا تقاضا ہوتا ہے تو کہیں کسی اور کاغذ کا مطالبہ ہوتا ہے۔ یہی حال اپنے ساتھ ہوا، لکھنؤ ہوائی اڈے پر ویزا وغیرہ چیک نہیں کیا گیا اور کہا گیا اس کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے میں نے اسی کسی اور طرف رکھ دیا، حالاں کہ اسے بھی دیگر کاغذات کے ساتھ رکھنا تھا، اب جدہ اتر کر اس کی ضرورت تھی، اس لیے دیگر کاغذات کے مطالبے کے وقت الجھن ہوئی، اس کی تلاشی کے لیے کچھ جب بیگ کی دوسری تھیلی کو کھنگالا تب وہ ملا، اور پھر پاسپورٹ اور اس ویزے کو دکھانے کے بعد گزرنے دیا گیا، یہاں اور دوسری جگہوں پر بھی تمام دستاویزات میں درج شدہ نام وغیرہ کی یکسانیت ضروری ہوتی ہے، اس لیے تفتیش کار تمام اسپیلنگ کو اچھی طرح سے ملانے کے بعد جب آگے کے لیے راستہ کھولتے ہیں، تب دل کو مکمل سکون اور تسلی حاصل ہوتی ہے۔

ضروری کاغذات اور جسمانی جانچ سے خیر وعافیت سے گذرنے کے بعد ایک بڑے سے ہال میں حجاج کرام کو لے جایا گیا، ویسے تو وہاں ائیر پورٹ پر سبھی ہال بڑے بڑے اور اونچے ہوتے ہیں مگر یہاں اس میں اور بھی زیادہ وسعت اور بلندی دیکھی گئی، بالکل ان کے دلوں کی وسعت کی طرح۔ جدہ ائیر پورٹ پر لڑکیوں کی کثرت کو دیکھ کر ایسا لگا جیسے کسی جامعہ کی طالبات کو حج کے ایام میں حجاج کرام کی خدمت پر مامور کردیا گیا ہو، جگہ جگہ ان کی پوری ٹیم اپنے ساز وسامان کے ساتھ مقدس سرزمین پر حجاج کرام کا کام کرنے کے لیے موجود تھیں، اسی طرح دوسرے مول اور جگہوں پر ان کی تعیناتی بڑھتی جارہی ہے۔ حرمین شریفین میں بھی انھیں خدمت کے لیے موجود دیکھا جاسکتا ہے۔

اس فلائٹ میں زیادہ تر حجاج کرام ضلع مئو یوپی کے تھے، جن سے ملاقات اس کے بڑے ہال میں ہوتی رہی، جگہ "خدمت الحاج شرف لنا" کا نمونہ دیکھا گیا، حجاج کرام کے لیے بوتل پانی کے تحفے کے ساتھ بسکٹ، جوس، اور دیگر مشروبات وافر مقدار میں بلا بلا کر کاؤنٹر پر دیا جارہا تھا، اس عزت افزائی پر دل کو خوشی حاصل ہوئی اور مشروبات کے ذریعے پیاس بجھائی گئی، ایک دوکان نما ہال میں بہت زیادہ مشروبات رکھے ہوئے تھے، اور حاجیوں کو کہا گیا کہ آپ حضرات اپنی اپنی پسند کا مشروب لے لیں، حجاج کرام اپنے اس والہانہ استقبال اور اکرام پر سرشار ہوگئے۔ کئی لوگ بیگ میں جگہ بنا بنا کر ان بوتلوں کو حفظ ماتقدم کے طور پر گھسیڑنے لگے اور موقع پر بھی لگی اپنی پیاس بجھانے لگے۔ وہیں stc کی سم بھی حوالے کی گئی جس کو کارآمد بنانے کے لیے جب میں مکہ مول میں محمد توفیق ابن جناب محمد عرفان محلہ بلوہ کے ساتھ پہنچا تو اس میں محترمہ نے بتایا کہ یہ سم کام نہیں کرے گی۔ اس سے بہتر ہوگا کہ نیا سم کارڈ خرید لیں۔ یوں حجاج کرام کو حج کمیٹی آف انڈیا نے بیوقوف بنا کر چھوڑ دیا اور خوش کرنے کے لیے سم کارڈ کا پیکٹ طفلانہ تسلی کے طور پر تھما دیا گیا۔ شاید اسی وجہ سے کئی موبائل کمپنیوں کے افراد اپنی اپنی سم اور اس کے ریچارج کی تفصیل حجاج کو بتا کر انہیں خریدنے کا آفر دے رہے تھے۔ اس لیے لوگوں نے اس کارڈ کو ردی کی ٹوکری کے حوالے کردیا، سال گزشتہ بھی یہی مذاق حجاج کرام کے ساتھ کیا گیا تھا کہ ان کو بھی نئی سم خریدنی پڑی تھی۔ جب کہ بتایا گیا کہ اس کا حجاج کرام سے 700 روپیہ وصول کیا گیا ہے۔

مطار جدہ پر ظہر کی نماز ادا کی جاچکی تھی، وہیں ہال میں مسجد بھی بنائی گئی تھی جس میں مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔ اسی طرح وضو اور استنجا سے فراغت کا بھی حال تھا۔ خوبصورت اور آرام دہ قالین اے سی کی وجہ سے ٹھنڈی ہوگئی تھی، وہیں ظہر کی نماز ادا کی گئی اور دس پندرہ منٹ کے بعد عصر کی اذان پر جماعت کے ساتھ عصر کے فریضے سے سبکدوشی بھی ہوگئی۔ اب حاجیوں کی بھیڑ جمع ہوگئی تھی، اور کچھ دیر بعد الگ الگ بلڈنگ نمبر کے ساتھ حجاج کرام کو جمع کر کے انھیں بس پر بٹھایا جانے لگا، لکھنؤ میں ہی معلوم ہوگیا تھا کہ بلڈنگ نمبر کیا ہے اور کمرہ نمبر کے علاوہ کمرہ کے رفیق کون ہیں؟

پاسپورٹ معلم کے حوالے: یہاں بس پر بیٹھنے سے پہلے چند لڑکیوں کی جماعت بس کے گیٹ پر کھڑی ہوگئی اور سب کا پاسپورٹ لے لیا، کچھ لوگ بے بسی کے ساتھ انھیں دیکھتے رہے کہ ہم اپنے پاسپورٹ سے محروم ہوگئے۔ کسی نے تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں، یہ گم نہیں ہوگا، البتہ آپ اپنے آپ کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ یہ پاسپورٹ آپ کو اب مدینہ منورہ ائیر پورٹ پر مل جائے گا۔ خوبصورت ائیر کنڈیشنڈ بس پر سب لوگ اپنی اپنی اہلیہ کے ہمراہ براجمان ہوگئے اور جب ساری کارروائی مکمل ہوگئی تب بس نے اپنا راستہ لیا۔ جدہ سے مکہ مکرمہ تقریباً 80 کیلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ پورا مکہ، جدہ اور مدینہ منورہ وغیرہ مختلف قسم کی پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہے۔

جدہ کی بس پر بیٹھتے ہوئے اس احساس سے دلی سکون میں اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا کہ اب ہم لمحہ لمحہ اس مقدس سرزمین کی آغوش میں پہنچنے والے ہیں جسے ام القریٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے، جو یقیناً ساری بستیوں کی ماں ہے، جہاں سے ساری زمین پھیلائی گئی ہے، ماں کی آغوش میں پہنچ کر بچوں کو کتنا سکون ملتا ہے؟ مہربان مادر کے آنچل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کرب وبلا کی ساری گرمیوں کی تپش کے احساس کو کافور کردیتی ہے۔ اب ہم لوگ فرحت وانبساط اور خوف وخجالت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس بلد امین کی حدود میں قدم رکھنے کے لیے بیتاب تھے جس شہر امین کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ اس کی عظمت وتقدیس کی وجہ سے قسم کھائی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا وہ پہلا گھر ہے جسے دنیا میں سب سے پہلے عبادت کی نشانی کے طور پر بنایا گیا ہے۔ جو

بابرکت اور باعث ہدایت ہے، اور جس کا وجود اہل ایمان کے بقا سے عبارت ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی اس ناپاک بندے پر نظر رحمت وکرم کی انتہا اور دوسری جانب اپنے گناہوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے دل ترساں ولرزاں تھا، تیسری جانب گناہوں کی کثرت اور معاصی پر اصرار کے علی الرغم اللہ تعالیٰ کی بے پایاں وسعت رحمت کی امید نے دل کو تسلی دی کہ اگر چہ تم گناہوں اور خطاؤں میں مستغرق ہو، اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کے غصے کی آگ کو بھڑکا چکے ہو، مگر تمہاری سیئات کے مقابلے میں رب رحیم وکریم کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے، اسی کی رحمت کا یہ ادنی کرشمہ اور اس کے کرم کی یہ ہلکی سی جھلک ہے کہ اس نے تمھیں گناہوں کی گندگیوں سے پاک وصاف کرنے کے لیے اپنے پاک گھر کی زیارت کے واسطے بلایا ہے، وہ اپنے بندوں کو اپنے متبرک گھر بلا کر اپنی رحمتوں سے دور نہیں کرتا، اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا کر اپنی مغفرت کی ضیافت سے محروم نہیں کرتا، بلکہ حرم پاک میں جگہ دے کر اپنی رحمت و مغفرت کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے کہ گناہگار بھی شرم سے پانی پانی ہوجاتا ہے اور رب العالمین کی حلم وبردباری اور اس کی چشم پوشی بلکہ اس کی ذرہ نوازی کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے جب اس نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں تمہیں اپنے دربار کی حاضری کی منظوری دیدی ہے اور تمہیں منتخب کر کے اپنے گھر بلالیا ہے تو اس کے کرم وعفو پر نظر کرتے ہوئے زبان سے لبیک لبیک کی صدائے دلنواز بلند کرتے ہوئے سر جھکا کر اس دربار عالی مقام میں پہنچو، اور دل وزبان سے کفر وشرک سے براءت کا برملا اعلان کرتے ہوئے اس کی حمد وثنا اور اس کے مالک الملک ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے آگے بڑھو، اس کی رحمت ومغفرت تمہیں اپنی آغوش میں لینے کے لیے منتظر ہے۔

ایک لباس میں: ہوائی جہاز پر اور پھر اس سے اتر کر جدہ ائیر پورٹ پر نیز مختلف بسوں میں سوار تمام مسافرین ایک ہیئت اور ایک لباس میں ملبوس اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے ایسی اجتماعیت اور اتحادی قوتوں کا مظاہرہ کررہے تھے جو رحمت الٰہی کو جوش میں لانے کے لیے کافی تھی۔ بڑا حسین اور فرحت بخش نظارہ تھا، دل اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت سے پر کیف تھے، لباسوں سے تبدیلئ حالات کی عکاسی ہورہی تھی اور زبان سے لبیک لبیک کی پر جوش آوازوں سے متاثر ہوکر آس پاس کی ساری چیزیں حجاج کرام کی ہم آواز ہورہی تھیں اور لبیک لبیک کی صدائیں بلند کر کے ایک عجیب روحانی اور نورانی منظر پیش کررہی تھیں۔ بس کی کھڑکیوں سے حجاج کرام باہر جھانک جھانک کر روحانی مناظر سے لطف اندوز ہورہے تھے، لپک لپک کر خارجی نظاروں سے آنکھوں کو نورانی بنارہے تھے اور لہک لہک کر " حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں" کی آوازوں سے ماحول کو روحانی اور یادگار بنارہے تھے۔ چہار جانب اونچے اونچے پہاڑ سر اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کرنے کے ساتھ ان کا پرتپاک استقبال بھی کررہے تھے۔

جدہ کا نام بچپن سے سنتے چلے آئے تھے، جب حجاج کرام پانی والے جہازوں سے مکہ مکرمہ جایا کرتے تھے اور سمندری راستے سے گذرتے ہوئے جدہ بندرگاہ پر اترتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ والد مرحوم حضرت حافظ ریاض الدین ابن مولانا محمد یاسین علیہ الرحمہ؛ دادا مرحوم حضرت مصلح الامت کے مرید باصفا اور انہی سے اجازت وخلافت یافتہ تھے، والد مرحوم بحری جہاز سے میری ولادت کے قبل ۱۹۶۵ عیسوی میں حج کی دولت سے سرفراز ہوئے تھے، ان کی زبان سے جدہ بندرگاہ نام سنا جاتا تھا۔ آج اگر چہ 1988 کے بعد سے حجاج کرام کے لیے پانی والا جہاز بند ہوگیا ہے، لیکن اس کی جگہ ہوائی جہاز سے سفر کرنے والوں کے لیے جدہ میں بہت وسیع وعریض طیران گاہ بنادی گئی ہے، جس کا نام "مدینۃ الحجاج" رکھ دیا گیا ہے، جہاں موسم حج میں ہر دومنٹ پر دنیا بھر سے طیارے اترتے ہیں۔

جن حجاج کرام کو پہلے مکہ مکرمہ بھیجا جاتا ہے انہیں مکہ میں ایئر پورٹ نہ ہونے کے باعث پہلے جدہ ہی اتارا جاتا ہے۔ کئی سال سے مدینہ منورہ میں ’’محمد ابن عبد العزیز ایر پورٹ‘‘ سے بھی بین الاقوامی ہوائی اڈہ بنا کر حجاج کرام کی فلائٹ کرائی جاتی ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ ۲۲/جولائی ۲۰۲۳ کو ہماری واپسی مدینہ منورہ طیران گاہ سے ہوگی۔ جب کہ انتظامات کو قابو میں رکھنے کے پیشِ نظر وقت میں گنجائش کو دیکھتے ہوئے جن لوگوں کی فلائٹیں شروع میں تھیں انھیں پہلے مدینہ منورہ کی زیارت کرائی گئی اور 8 دن کے بعد انھیں مکہ مکرمہ لایا گیا۔

آرام دہ بسیں: حجاج کرام کی آمد ورفت کے لیے یہاں بسوں کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا ہے، تمام بسیں نئی یا نئی جیسی ہونے کے علاوہ

خوبصورت، آرام دہ اور اے سی والی ہوتی ہیں، جن میں کھڑکیاں کھول کر تاکنے جھانکنے اور پان سرتی کھا کر تھوکنے کا انتظام نہیں ہوتا۔ ان کی آمد ورفت کے لیے جو جگہیں متعین کردی گئی ہیں وہ ہوائی جہاز کی طرح ان کی پابندی کرتے ہوئے ان کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرسکتے۔ اپنے علاقے کی سرکاری و شخصی بسوں کی طرح جہاں سے چاہیں بیٹھنے اور اترنے کی سہولت یہاں میسر نہیں ہوتی۔ آپ ڈرائیوروں سے اپنی بلڈنگ یا کہیں بھی ضرورت کی بنا پر روکنے کی درخواست کریں گے تو وہ "ممنوع الوقوف" کہہ کر آگے نکل جائیں گے۔

حجاج کرام کی بسوں کے ڈرائیور حضرات اکثر مصری ہوتے ہیں اور حجاج کرام سے شائستہ لہجے میں بات کرنے کے پابند ہوتے ہیں، کچھ معلومات حاصل کرنے پر خوشی سے رہنمائی بھی کرتے ہیں، وہ اور دیگر ڈرائیور بھی حجاج کرام کے ساتھ رعایت اور رحمدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، روڈ پر ان کے گزرنے کے واسطے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر کے روک دیتے ہیں اور حجاج کو آگے بڑھنے کا اشارہ کردیتے ہیں، سرکاری بسوں کے ڈرائیور کے بدن پر مخصوص قسم کی وردی ان کی شناخت ہوتی ہے اور وہ اپنے بس اسٹاپ پر دن اور رات کے چوبیس گھنٹے خدمت کے لیے موجود رہتے ہیں۔ بسوں پر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر؛ اب تک مسافر کا انتظار رہتا ہے، ان میں سے بہت سے تلاوت میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ گیٹ وغیرہ کھولنے اور بند کرنے سے متعلق سارا کام خودکار ہوتا ہے، ان کی سیٹ کے پاس کیمرہ کا عکس اور ویڈیو سہولت موجود ہوتی ہے، کئی کیمرہ لگے ہونے کے باعث گیٹ سے چڑھنے اور اترنے والوں پر ان کی نظر ہوتی ہے، اس لیے اللہ نے انہیں خلاصیوں سے خلاصی نصیب فرمادی ہے۔

حجاج کرام کا استقبال: جدہ سے مکہ مکرمہ کی مسافت تقریباً 80 کیلومیٹر کی ہے، ہوائی جہاز سے اترنے اور ضروری تفتیش کے بعد ایک ہی بلڈنگ کے تمام حجاج کرام کو ایک گاڑی پر بٹھادیا گیا، جہاں سے حجاج کرام عمرہ کا احرام باندھنے کی وجہ سے لبیک پڑھتے ہوئے خوشی خوشی منزل مقصود کی جانب بڑھ رہے تھے، ان کے ساتھ ان کا ہینڈ بیگ تھا اور ان کے سامان جو لگیج میں ڈال دیئے گئے تھے وہ پہنچنے والے تھے، بس کا یہ سفر راحت رساں تھا، ایک جگہ درمیان میں چیک پوسٹ پر بس کی چیکنگ کی گئی اور ضروری حاضری کے بعد سب کی خدمت میں استقبالیہ پولیس کی جانب سے آب زمزم اور کچھ کھانے کے سامان پیش کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدس سفر کا یہ تحفہ حجاج کرام نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پھر خورد ونوش کے بعد آگے بڑھے۔ تمام ضروری ہدایات اور راستے کے اشارے نیز دکانوں اور بلڈنگوں کے پتے عربی زبان میں لکھے ہوئے ہمیں بہت پسند آئے، ایسا لگا جیسے ہم لوگ کسی اردو زبان والے ملک میں پہنچ گئے ہیں۔ عربی اور اردو کا رسم الخط یکساں ہونے کی وجہ سے دل میں خوشی محسوس ہورہی تھی، اپنے ملک میں اردو بورڈ بہت کم دکھائی دیتے ہیں، یہاں کے بورڈ اگرچہ عربی میں تھے لیکن رسم الخط کی یکسانیت اور عربی زبان سے کچھ شدبد کی وجہ سے یہ منظر بہت پیارا لگا، جب کہ بہت سی جگہوں پر عربی، انگریزی کے ساتھ اردو زبان میں بھی ہدایتیں لکھی ہوئی ملیں، بالخصوص حرم شریف میں ایسا اکثر جگہوں پر دیکھنے کو ملا، اُردو زبان کی مقبولیت اور اس کی عالم گیری حیثیت کی بنا پر اس سے پیار کرنے والوں کو اگر اس شہرت پر خوشی محسوس نہ ہو تو کب ہوگی؟ جس زبان کو اللہ نے اپنے دربار میں بھی پہنچا دیا، اس احساس سے دل کو اور بھی زیادہ روحانی فرحت حاصل ہوئی کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دربار عالی میں دنیا کی زبانوں میں عربی اور انگریزی کے بعد اگر کسی زبان کو عروج حاصل ہے تو وہ اردو زبان ہے۔

ہماری بلڈنگ 218 نمبر عزیزیہ جیسے بڑے علاقے کے "حی الزعفران" میں سات منزلہ تھی، جس میں مئو اور اعظم گڑھ کے علاوہ مرادآباد و قرب و جوار کے حجاج کرام قیام پذیر تھے، ان میں مئو شہر کے مدرسہ تعلیم الدین کے استاد مولانا شاہنواز صاحب اور جامعہ مظہر العلوم بنارس کے صدر مدرس مولانا خورشید انور صاحب بھی تھے، ایک دن مولانا خورشید انور صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حرم شریف میں اردو زبان کا خوب بول بالا نظر آرہا ہے، ہر جگہ اردو کی وسعت اور مقبولیت کا دور دورہ ہے۔ چوں کہ برصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے حجاج کرام کی معتد بہ تعداد یہاں آتی ہے، ساتھ ہی پاکستان کی خدمات کی بنا پر سعودی عرب ان کی خواہشات کا احترام بھی کرتا ہے، اس لیے اردو زبان کی رسائی کے راستے کشادہ ہوگئے۔ جب کہ ان تین زبانوں کے علاوہ کسی بھی زبان کو وہ مقام حاصل نہیں ہوسکا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ہم بے انتہا شکر ادا کرتے ہیں۔ حرم شریف میں جگہ جگہ اُردو زبان میں لکھی

ہوئی ہدایات دیکھ کر دلی خوشی اور اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے مضبوطی اور قبولیت عطا فرمائے آمین۔

متبرک پہاڑ: جدہ سے مکہ مکرمہ کے لیے آتے ہوئے ہم سبھی مسافرین سڑک کے دونوں جانب سر اٹھائے اونچے اونچے پہاڑوں کو دیکھ دیکھ کر طمانیت اور فرحت وانبساط محسوس کر رہے تھے۔ان پہاڑوں سے ہمیں اس لیے محبت ہے کہ پہاڑی سلسلوں کا یہی ٹکڑا کبھی جبل ابوقبیس کی صورت میں نمودار ہوکر(**واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق**)منبر بن کر فریضۂ حج کی اطلاع دینے کے لیے اپنی چوٹی کو کھول دیتا ہے،اور کبھی نبی کریم ﷺ کے اشارے اور دعا پر چاند کے دو ٹکڑے ہوکر اسی پہاڑ کے دونوں جانب منقسم ہوجاتے ہیں۔

توکبھی حرا کا بلند غار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گاہ بن کر" جبل نور" کی صورت میں پوری امت کے لیے **اقرا** کی روشنی بکھیر نے کا نقطۂ آغاز بن جاتا ہے۔بظاہر بھورے رنگ کے پیڑ پودوں سے یکسر محروم ان پہاڑوں میں کوئی کشش دکھائی نہیں دیتی،جس طرح کہ نینی تال اور شملہ کی ہری بھری وادیوں اور پہاڑیوں میں دلکشی نظر آتی ہے۔مگر ان پہاڑیوں کو جو تقدس اور شرف حاصل ہے وہ دنیا کے دیگر پہاڑوں کو باستثنائے چندکم حاصل ہے۔ان پہاڑیوں کو خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گاہ بنا کر اس کے مقام کو اسی طرح بلند ترین کر دیا گیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیائے کرام میں ممتاز بنایا گیا ہے،صفا اور مروہ کی پہاڑی اگر ایک وقت حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ممتا کی نشانی اور دین کے لیے دی جانے والی قربانی کی امین و مکہ مکرمہ کو بسانے کی شاہد بنائی گئی ہے تو اسی خاندان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر اسی صفا پہاڑی کو علی الاعلان تبلیغ اسلام کی علامتی تعبیر سے موسوم فرمایا گیا؛جہاں کی چوٹی پر چڑھ کر محمد ﷺ نے اسلام کا اولین خطبہ دیا۔

پانی پر بچھی ہوئی اس زمین کو ساکن اور غیر متزلزل بنانے کے واسطے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے پہاڑوں کو کھونٹی بنایا اور اپنی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرانے کے لیے ان پہاڑوں کو بطور نعمت دیکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی،اور کہا گیا’’ **والی الجبال کیف نصبت** ‘‘دوسری جانب انہی پہاڑوں میں سے جبل طور کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمانے اور ان سے ہم کلام ہونے کو منتخب فرمایا،اسی کو اپنے نور کی تجلی کے واسطے منتخب فرمایا اور انہی پہاڑوں کے درمیان تورات عطا فرمانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدعو کیا گیا اور کبھی اسی طور کو سرکش اور ضدی بنی اسرائیل کے منتخب 70 لوگوں کے سروں پر رکھ کر انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا گیا۔

کبھی یہی جودی پہاڑ سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی کے قیام کے واسطے منتخب فرما کر اس کی عزت افزائی کی گئی،تو کبھی انہی خشک پہاڑی سے سیدنا صالح علیہ السلام کی امت کے مطالبے پر حاملہ اونٹنی کا ظہور ہوا۔کبھی یروشلم کی یہی مقدس پہاڑی حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے زچہ خانہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی گواہ بنی،جہاں کی خشک وادی بہتی نہر میں تبدیل کر دی گئی اور کھجور کے سوکھے درختوں میں تازہ کھجور پیدا کر کے حضرت مریم کی غذا کا غیبی انتظام کر دیا گیا۔کبھی دشمنوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے جبل ثور کے غار کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیق خاص افضل البشر بعد الانبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرما کر اسے دیگر پہاڑوں میں امتیازی حیثیت عطا کی گئی اور جسے سید المرسلین کی تین دن تک میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ان پہاڑوں کو وہ مقام حاصل ہے کہ ان کی آغوش میں حرمین شریفین آباد ہیں،ان میں حرم مکی سے متصل جبل ابو قبیس کو دنیا کی تاریخ میں سب پہلا پہاڑ بننے کی سعادت بھی حاصل ہے،جس پہاڑ کے دونوں جانب ابو جہل کے بیجا مطالبہ پر چاند دو ٹکڑے ہوکر منقسم ہوگئے مگر اسے پھر بھی ہدایت نصیب نہ ہوسکی،اسی پہاڑ کے دامن میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکان بھی نمایاں ہے جہاں آپ نے سب سے پہلے آنکھیں کھولیں اور ماہ نبوت چمکا۔

پہاڑوں میں حیاتیاتی مادہ: اگرچہ پہاڑوں کا یہ خشک اور بے جان سلسلہ جمادات میں شمار کیا جاتا ہے،جس میں حیاتیاتی مادوں کا فقدان بتایا تا ہے،مگر جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی رنگت جدا جدا بنائی ہے وہیں ان کی خاصیت اور جبلت بھی جدا جدا رکھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی رنگت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے"**ومن الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانه و غرابیب سود**" یعنی جس طرح انسانوں کی رنگت اور

ان کی زبانیں الگ الگ بنائی گئی ہیں اسی طرح پہاڑوں کی رنگت میں بھی نمایاں فرق رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں بھی سرخ وسفید اور سیاہ بھی ہوتے ہیں۔

ہم تو ان پہاڑوں کو جمادات میں سے شمار کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں اور پتھروں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان پہاڑوں میں سے کتنے ایسے ہیں جن میں حیات اور اثر پذیری کی صلاحیت انسانوں سے بھی زیادہ پائی جاتی ہے، جب کہ انسانوں کے قلوب کی حالت یہ ہے کہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ان پر یوں لعنت کی گئی ان کے قلوب سخت ہو کر پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بے احساس ہو گئے، کیونکہ کتنے پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اندر پانی کی نہریں پھوٹ پڑتی ہیں، اور کتنے پتھروں سے ٹوٹ کر پانی نکل پڑتا ہے، جب کہ کچھ پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرز کر پھٹ پڑتے ہیں اور ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ وان منها لما يهبط من خشية الله۔

ان پہاڑوں میں اثر پذیری کی یقیناً اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ انسانوں کے نیک اعمال اور اللہ کے خاص بندوں سے محبت کرتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

دیار مقدس کے ان پہاڑی سلسلوں کو؛ جو جدہ سے مکہ مکرمہ تک متواتر ہمارا ساتھ دیتے آرہے تھے اور اپنی قربت کا خوشگوار احساس دلا رہے تھے، ان سے ہمیں دل سے محبت تھی، کہ یہی پہاڑ ابتدائے وحی کے چشم دید گواہ ہیں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے فترت وحی کے طویل بعد کے بعد زمین کا آسمان سے پھر مقدس رشتہ جڑ گیا تھا اور انسانوں کی ہدایت کے واسطے آخری پیغمبر کی بعثت ہو گئی تھی، اور دنیا سب سے بڑے روحانی انقلاب کے زریں عہد میں داخل ہو رہی تھی۔ اس لیے بس کے سفر دوران ہم لوگ ان پہاڑوں کو محبت اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، کم وبیش دل کی یہی کیفیت تمام حجاج کرام کی تھی، جس کا خوشگوار احساس ان کے تابناک چہروں سے عیاں ہو رہا تھا۔

حدود حرم: راستے میں زمزم سے بھری ہوئی بوتلیں اس احساس کو مزید بیدار کر رہی تھیں، لبیک اللھم لبیک کی پر کیف صدائیں گونجتی رہیں کہ اسی شعور کے درمیان ہم لوگ حدود حرم میں داخل ہو گئے، کشادہ اور پر پیچ سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا، جوان پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر بڑی مشقت کے بعد بنائی گئی تھیں، جگہ جگہ عربی زبان میں ان پر لکھا ہوا ملا کہ یہ سڑک طائف جا رہی ہے، یہ روڈ مدینہ منورہ کو جائے گا، مکہ مکرمہ اتنی دور رہ گیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں میں دیکھا تھا کہ جہاں صلح حدیبیہ ہوئی تھی، اسی جگہ کے بعد حدودِ حرم شروع ہوتی ہے، اس جگہ کا نام شمیسہ ہے، ممکن ہے ہمیں دوسرے روڈ سے لے جایا گیا ہو، کیوں کہ اس نام کا بورڈ نظر نہیں آیا۔ یا پھر بے خیالی میں پار ہو گیا ہو، بس سے ساری چیزیں کہاں نظر آسکتی ہیں؟

منزل مقصود کی قربت اور حرم شریف کی گنہگار آنکھوں سے زیارت کا شوق پورے وجود کو اپنے سحر میں بے خود کیے جا رہا تھا، حدود حرم اور مکہ مکرمہ کی آغوش میں داخل ہوتے ہی اس دعا کو بصد اشتیاق پڑھا گیا کہ یا اللہ یہ تیرا بلد امین ہے اور امن والا شہر ہے، ہمیں جہنم سے آزادی اور امن نصیب فرما، یہ تیرے حرم کی حدود ہیں، اے اللہ! ہمارے جسم کے گوشت پوست اور کھال وغیرہ ساری چیزوں کو جہنم پر حرام فرما۔ ہمیں اس کے احترام کی توفیق عطا فرما، ہماری حاضری کو قبول فرما، اور بھی نہ جانے کیا کیا دعائیں خوش قسمت احباب نے مانگی ہوں گی۔ نبی کریم ﷺ سے یہ دعا ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ، فَحَرِّمْ لَحْمِي وَدَمِي وَعَظْمِي عَلَى النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّي مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ، وَاجْعَلْنِي مِنْ أُوْلِيَآئِكَ وَأَهْلِ طَاعَتِكَ، وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. ''اے اللہ! یہ تیرا اور تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے، پس میرے گوشت، خون اور ہڈیوں کو آگ پر حرام کر دے۔ اے اللہ! جس روز تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا، مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا، اور مجھے اپنے ولیوں اور اطاعت گزاروں میں شامل کر دے، اور میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تُو توبہ قبول فرمانے والا (اور) بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

اهل عرب کی جفاکشی: پہاڑی سلسلوں کی درازی جس طرح بڑھتی جا رہی تھی اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی امیدیں بھی دراز تر ہوتی چلی جاتی تھیں، اس کی رحمت کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے ہمارے جسم وجان میں طاقت بھر رہے تھے۔ اونچے اونچے پہاڑوں کی برابری کرتی خوبصورت اور بلند وبالا عمارتوں کا لگاتار سلسلہ تھا جو سعودی عرب کے تموّل وخوشحالی کا پتہ دے رہا تھا۔ ایک سو سال پہلے کا وہ زمانہ جب ترکی حکومت وہاں کا

انتظام وانصرام دیکھ رہی تھی، یا اس سے اور قبل کا وہ دور نظروں میں گھوم گیا جب وہاں مفلوکیت اور غربت عام تھی، تنگ اور تاریک مکانات تھے، جب عرب بدوؤں میں ڈاکہ زنی تھی، یہاں تک کہ وہ حجاج کرام کے قافلوں کو بھی نہیں بخشتے تھے، بلکہ اس کے منتظر رہا کرتے تھے کہ کب حاجیوں کا قافلہ ہمارے علاقے سے گزرے اور وہ ہماری غربت کے دلدر دور کریں یا پھر ہم زبردستی انھیں لوٹ کر اپنی زندگی کے بقا کو یقینی بنائیں۔ اس لیے ان کے حملوں سے تحفظ کے واسطے حجاج کرام کے اجتماعی قافلے اونٹوں سے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا کرتے تھے۔ اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان اہل عرب کا یہ حال ہے کہ سو سال میں ان کی زندگی کا نقشہ یکسر بدل گیا اور خوشحالی کا ایسا انقلاب آیا جس نے ان کی زندگی کے طور طریقے بدل کر رکھ دیے، پٹرول کی دریافت سیال سونا ثابت ہوئی جس کے زیر سایہ رہ کر اہل عرب اونٹ کو بھول کر سیدھے لمبی لمبی کار پر چڑھ گئے، بکریوں اور بھیڑوں کے ریوڑوں کے سائے میں زندگی بتانے والے بادیہ نشین اہل عرب اب جہازوں میں بیٹھ کر فضاؤں میں اڑتے ہیں، زندگی کی سانس کی ڈور کو چند لقمے کھا کر باقی رکھنے والے جفاکش اب پرتعیش زندگی گزارنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

ان کی ضرب المثل شجاعت جس سے دنیا لرزتی اور کانپتی تھی، اب قصۂ پارینہ بن چکی ہے، اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو تین ایسی نعمتیں عطا فرمائی تھیں جن میں بڑے بڑے فوائد پوشیدہ تھے، جن کا خوبصورت تذکرہ قرآن کریم میں آیا ہوا ہے، ان میں کھجور، اونٹ اور زیتون ہے، جب کہ موخر الذکر کی اہمیت کی قسم قرآن کریم میں کھائی گئی ہے، اونٹ کی سواری، اس کا دودھ اور گوشت، کھجور جیسی مقوی غذا اور زیتون جیسا تیل جو بدن کی مالش کے نتیجے میں قوت و طاقت فراہم کرے اور ضرورت کے وقت سالن کا بھی کام کرے۔ اونٹ اور زیتون نیز کھجور میں طبی اعتبار سے چربی اور چکنائی بہت کم مقدار میں پائی جاتی ہے۔ ان کے استعمال سے بدن کو طاقت حاصل ہوتی ہے اور چکنائی میں کمی کے باعث جسم کو مٹاپے کے عوارض لاحق نہیں ہوتے۔ اب یہ چیزیں کم استعمال کی جاتی ہیں اور فاسٹ فوڈ کے طور پر زیادہ سے زیادہ چکنائی سے بھرپور غذاؤں کے استعمال سے قوت وطاقت میں جہاں کمی آئی ہے وہیں فاضل چربی اور مٹاپے کے باعث گھٹنوں کے مریض زیادہ نظر آنے لگے ہیں۔ پرتعیش زندگی اور دن رات اے سی کی ٹھنڈی ہواؤں کے عادی ہونے کے باعث کچھ لوگوں میں جفاکشی ختم ہوتی جا رہی ہے اور شجاعت وبسالت کے دور کا خاتمہ ہونے لگا ہے جس کے ردعمل میں شجاعت کی جگہ بزدلی اور مرعوبیت نے لے لی ہے، عیش وعشرت کی زندگی نے جفاکشی کے دور کا خاتمہ کر دیا ہے، اجالے اور چاندنی میں پیدا ہونے والے کچھ اہل عرب فاقہ مستی اور تنگ دستی کو بھول کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کے شکار ہو گئے ہیں۔ یہاں جس قدر کھانے پینے کی اشیا کا ضیاع ہوتا ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

لیکن اس کے پہلو بہ پہلو بہت سے اہل عرب میں عالم کے مسلمانوں کی خدمت اور ان کے غم میں مالی عطیہ کے طور پر شرکت کا جذبہ نمایاں ہے، وہ ان کی ہر اعتبار سے ہر ممکن مدد کرنے میں پہل کرتے ہیں، حجاج کرام کی خدمت کا جذبہ تو ان کی گھٹیوں میں پڑا ہوا ہے، یہ قابل تعریف عنصر حکومتی اور عوامی سطح پر یکساں نظر آتا ہے، سعودی عرب کا ایک زمانے سے نعرہ ہے "خدمت الحاج شرف لنا" جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔

عزیزیہ میں بلڈنگ: عصر کی نماز کے کچھ وقفہ کے بعد مکہ مکرمہ کے لیے نکلے اور مغرب کی نماز کے وقت مکہ مکرمہ کے عزیزیہ شہر میں فندق ہبۃ الہجری 7۔ شارع الہدایہ پر بنی ہوئی بلڈنگ نمبر 218 میں بخیر وعافیت پہنچ گئے، بس میں ہی معلم کے ذمہ داران کی جانب سے سب کے ہاتھوں میں ایک علامتی نشان ڈالا گیا جس مکتب 45 اور بلڈنگ کا نمبر اور دیگر ضروری تفصیلات درج تھی، لگیج والا سامان بعد میں اسی دن آ گیا اور سات منزلہ بلڈنگ کی ہر منزل کے وسیع ہال میں رکھ دیا گیا جہاں سے تمام حضرات اپنا اپنا سامان اپنے روم میں اٹھا لائے۔ ہینڈ بیگ کے ساتھ سبھی حضرات اپنے کمرے میں پہنچ گئے، اور کنجیاں حوالے کر دی گئیں۔ سفر حج کے لیے نکلنے سے دو دن قبل سے تھکاوٹ اور رات میں جاگنے کے باعث نماز مغرب کمرے میں ادا کر کے سبھی حضرات نے آرام کیا اور پھر جہاز میں ملے ہوئے کچھ کھانے کے سامان اور نماز عشا سے فراغت حاصل کی، معلم کی جانب سے ہدیہ کے طور پر بلڈنگ میں بریانی کی پیکٹ بھی ہر حاجی کو سپرد کی گئی۔ اب مسئلہ عمرہ کرنے کا تھا، اگرچہ بہت زیادہ تھکن تھی، اور عمرہ ادا کرنے کی صورت میں مزید تھکن ہونے والی تھی، مگر کعبۃ اللہ دیکھنے اور عمرہ کے شوق نے ساری تھکن کو برطرف کر دیا، اور عشا کی نماز کے بعد اپنے کمرے کے ساتھیوں کے ہمراہ نکل گئے، اگرچہ معلم کی جانب

سے اعلان کیا گیا کہ معلم کے آدمی آپ لوگوں کو لے کر عمرہ کرانے فلاں بجے آئیں گے، مگر اپنے اپنے طور پر سب لوگ نکل پڑے۔ بس اسٹینڈ نمبر 6 پانچ منٹ کی دوری پر واقع تھا جہاں ہر وقت بسیں حجاج کرام کے لیے موجود رہتی تھیں۔ مگر یہ تمام بسیں جن میں بس نمبر 6 کی تعداد 400 کے قریب ہوگی وہ براہ راست حرم شریف تک نہیں پہنچاتی تھیں، بلکہ حرم شریف سے دو اسٹاپ قبل محبس الجن میں چھوڑ دیتی تھیں، جہاں حرم شریف تک لے جانے والی بسیں ہر وقت کھڑی رہتی تھیں۔ چھ نمبر کی بس پر دوسرے دن ایک کارڈ دیا گیا جس میں پورا پتہ اور بھارت کا جھنڈا چھپا ہوا تھا۔ یہاں کے کمرے، گاڑیاں اور بسیں سب اے سی والی رہتی ہیں، جن پر سوار ہوتے ہی آرام مل جاتا ہے۔

حرم شریف کی قربت: دوسری بس نے بھی فوراً ہی ہمیں جبل ابوقبیس کے پاس چھوڑ دیا، سامنے حضور اکرم ﷺ کا گھر نظر آیا، جس کے بالمقابل حمام ابوجہل بنا ہوا ہے، سبھی حضرات عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے، ادھر سے ہی باب الصفا اور باب النبی ﷺ ملتا ہے جس جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف جایا کرتے تھے، بس سے اترتے ہی حجاج کرام کی نظریں حرم شریف کے بلند و بالا مناروں پر پڑی اور توسیع شدہ حرم شریف سے متصل صفا اور مروہ کی عمارتوں کے خوشنما اور دلکش بیرونی مناظر نے دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا، دل کی وارفتگی اور شوق وجذب کی بے خودی کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ حرم شریف کی طرف خوف وامید کے ساتھ بڑھتے چلے گئے۔ اپنی اس سعادت پر دل خوشی کے مارے اچھل رہا تھا، حرم شریف کی سادہ مگر پرشکوہ عمارت کی محبت دل میں جگہ بناتی جارہی تھی، ہزاروں ہزار معتمرین کعبۃ اللہ کی جانب ذوق وشوق کے ساتھ دلوں میں اس کے دیدار کی خواہشوں کو سنوارے اور لبوں پر اللہ کی حمد وثناء کے پھول سجائے بغیر معلم کے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں قدم اپنے آپ مطاف کی جانب بڑھا رہے تھے۔ جس نے ہمیں اپنے دربار عالیہ میں اپنے فضل سے بلایا ہے، وہی ہمیں حرم شریف اور خانۂ کعبہ تک پہنچا کر عمرے کے اعمال کو پورا کرانے والا ہے۔

بیت اللہ پر پہلی نظر: معتمرین کو حرم شریف کے منتظمین نیچے کے راستے سے مطاف اول میں پہنچارہے تھے، صفا کی جانب سے کچھ دور آگے بڑھے، راستہ نیا، ساتھی نئے، بھیڑ بھاڑ کا عالم، تھکن سے مغلوب، جذب وشوق کا عالم، کہ مطاف سے قبل ہی بیت اللہ المقدس پر نظر اول پڑ گئی، آگے جانے کی قدموں میں تاب نہیں رہ گئی، قدم خود بخود ٹھہر گئے اور بے اختیار دعا کے واسطے ہاتھ اٹھ گئے، اللہ تعالیٰ کے گھر کے جاہ وحشمت کے آگے سر شرمندگی کے مارے جھکا جارہا تھا، مگر اس کی محبت، رحمت اور اکرام کی امید میں نظر اس سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی، کئی بار حج تربیتی پروگرام میں شرکت اور بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی اللھم زد بیتك تعظیما و تشریفا والی دعا یاد رہی یا نہیں، یہ بھی یاد نہیں۔ مگر وہیں کھڑے کھڑے بیتابی اور شوق کے عالم میں دیر تک دعائیں کی گئیں۔ دل کی سیاہی اور سیئات سے اختلاط کی نحوست سے دل پر بیت اللہ شریف کی ہیبت وجلالت کا وہ انعکاس کیسے ہوسکتا ہے جو پاکیزہ اور شفاف دلوں پر تجلیات ربانی کے اثر سے ہوتا ہے؟ مگر اس وقت اس سعادت عظمیٰ پر دل سرشار تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی مہربانیوں کے طفیل اس ناپاک کو اپنے پاک گھر کی زیارت نصیب فرمادی، جس رحیم وکریم ذات نے مجھ گنہگار پر اپنا اتنا فضل فرمایا ہے، اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے فضل عظیم کے صدقے میں جنت میں داخل کر کے اپنی زیارت کے شرف سے بھی مشرف فرمائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس کے یہاں کسی چیز کے عطیہ کی کمی کب رہی ہے جو اس بندے کے لیے ہوجائے گی؟ اس کی کریم ذات تو اپنے بندوں کو نوازنے کے واسطے بہانے ڈھونڈتی ہے، اس نے ہمارے خالی دامن کو مغفرت اور رحمت سے بھرنے کے لیے ہی اپنے گھر بلایا ہے، کیا کسی بخیل سے بخیل شخص سے یہ خطرہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی کی دعوت کر کے اسے اپنے دسترخوان سے دور رکھے اور اسے بھوکا پیاسا واپس کردے؟ تو پھر خالق حقیقی اللہ تعالیٰ جیسی رحیم وکریم ذات کسی کو اپنے گھر طلب کر کے اسے اپنی نعمتوں سے کیسے محروم کرسکتی ہے؟ جو کریموں کا کریم اور سخیوں کا سخی ہے، جس کے دربار میں کسی چیز کی کمی نہیں، جس کے یہاں خرچ کرنے سے خزانے میں کوئی قلت نہیں ہوتی، جس کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی امید وبیم میں مطاف میں پہنچ کر حجر اسود کی سیدھ میں جا کر طواف کی نیت کی، بھیڑ بہت زیادہ تھی، بیت اللہ کے قریب جانے اور حجر اسود تک پہنچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی تھی، اس لیے دور سے استلام کیا، اور دعا کے ساتھ طواف شروع کر دیا، بہت جلد ہی ایک طواف مکمل ہوگیا، البتہ دو رکعت واجب الطواف کی ادائیگی کے بعد صفا اور مروہ کی سعی کی مسافت کی طوالت اور بھیڑ کے باعث دیر میں سعی مکمل ہوئی۔ مروہ کی

جانب سے نکل کر پانچ ریال میں حلق کی طرح قصر کرایا، یعنی بال بالکل چھوٹے چھوٹے ہوگئے، اسی میں رات کے دو بج گئے، معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہر کام ڈر ڈر کر دیر دیر میں ہوا، یہی حال واپسی کے وقت بس کی تعیین میں رہا، خیال تھا کہ کوئی براہ راست بس ہوگی، مگر پھر دوسرے لوگوں نے بتایا کہ یہاں سے واپسی میں ہر جگہ کے لوگ ایک ہی بس سے دو اسٹاپ تک جائیں گے، اس کے بعد عزیزیہ بلڈنگ کے واسطے بس نمبر 6 ملے گی، خیر اللہ کے فضل و کرم سے تین بجے رات کو عمرہ کر کے بلڈنگ پہنچے، جلد ہی اول وقت میں فجر کی اذان ہوگئی مگر معلومات نہ ہونے کے باعث کمرے میں نماز ادا کرنے کے بعد نیند کی آغوش میں سما گئے۔

مزید عمرے: دوسرے دن آرام کرنے کے بعد ظہر کی نماز کے بعد حرم شریف پہنچے، گذشتہ دن کی بچی ہوئی بریانی نے کھانے کی ضرورت کی تکمیل کردی، البتہ تیسرے دن سے کھانا بنانے کے سامان نکالے گئے، چائے بنانے کے واسطے برتن اور چینی وغیرہ موجود تھی، دودھ کا انتظام کرنا، جو نیچے مل گیا، ہمارے روم پاٹنر حاجی محمد شاہد صاحب نے دودھ کا ایک بوتل خرید لیا تھا، جو چائے بنانے میں کام آیا، دوسرے دن مسجد حرام جانے کے لیے اپنے متعینہ بس اسٹاپ سے بس مل گئی، اور محبس الجن سے؛ جہاں افغانستان اور انڈونیشیا کے حجاج کرام کا قیام رہتا تھا، وہاں سے بس بدل کر حرم شریف پہنچے، بس کا بدلنا بھی بڑی الجھن کا کام ہوتا ہے، اب یہ سعودی حکومت کا نظام ہے جس کی پابندی ضروری ہوتی ہے، ورنہ محبس الجن سے حرم شریف کی دوری صرف دو کیلو میٹر کی رہی ہوگی، یہ بسیں دو سرنگ کو پار کرتے ہی حجاج کو حرم شریف کے سامنے پہنچا دیتی ہیں۔ بسیں جہاں رہتی ہیں، وہاں ان کی اتنی لمبی قطار ہوجاتی ہے کہ انہیں دور ہی رکنا پڑتا ہے، دوسری بس لینے کے لیے وہ جا سکتی ہیں، مگر بسوں کی لائن لگی رہتی ہے، اس لیے حجاج کو حرم کی بس پکڑنے یا واپسی میں اپنی بلڈنگ کی بس پر چڑھنے کے واسطے کچھ دور جانا ہی پڑتا ہے، اسی ادلا بدلی میں ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ حاجی دوسری بس پہ چڑھ جاتے ہیں اور بھٹک جاتے ہیں، میرے ساتھ شروع میں دو دن ایسا ہی ہوا، وہاں سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے، حرم شریف سے آتے ہوئے میں اپنی محجن کے ہمراہ تھا، دوسرے اپنے ساتھی حاجی کا ساتھ چھوٹ گیا تھا، حرم والی بس سے اتر کر کچھ دور اسی سڑک پر اپنی بس جو چھ نمبر کی ہے، ملنے والی تھی، مگر ہم لوگ غلطی سے دوسری جانب روڈ پر چلے گئے، وہاں ایک بس دوسرے طرح کی چھ نمبر کی مل گئی اور اسی پر بیٹھ گئے، حجاج کرام کی کوئی بھی بس ہو، اس پر کوئی بھی بیٹھ سکتا ہے، کرایہ نہیں وصول کیا جاتا، یہ بس بہت لمبی تھی، دو بس کے برابر لمبی، اس پر سوار ہونے کے لیے سیڑھی کی بھی حاجت نہیں ہوتی، اس کی بناوٹ کا انداز بھی دوسری بسوں سے جدا تھا، اس میں دو دو کیلو میٹر پر آنے والے بس اسٹیشن کا نام اور نمبر ٹی وی اسکرین پر نظر آتا اور باقاعدہ اعلان بھی ہوتا، عزیزیہ کا علاقہ کئی کیلو میٹر پر محیط ہے، اس میں کمپیوٹرائز اعلان ہوتا تھا کہ یہ اسٹیشن عزیزیہ کا ایک سو پچاسی نمبر کا ہے، آنے والا اسٹاپ کا نمبر ایک سو چھیاسی ہے، اب اسی اسٹیشن پر ہم لوگ اتر گئے، جب کہ ہمارا اگلا اسٹیشن تھا، جس کا نمبر ایک سو ستاسی تھا۔ حاجیوں کے بس اسٹیشن کا نمبر اور ان کی متعینہ جگہ ان بسوں کے اسٹاپ سے الگ ہوتی تھی، وہ بسیں مین روڈ چھوڑ کر بلڈنگوں کی جانب پہنچاتی تھیں، لیکن یہ لمبی والی عام بس مین روڈ پر چھوڑ کر چلی جاتی، ایک اسٹیشن پہلے اترنے کے باعث کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہم کہاں آگئے ہیں؟ اس پر سوار دوسرے لوگ غیر حجاج میں سے تھے، انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو حجاج والی بس سے آنا جانا چاہیے، ورنہ بھٹک جائیں گے، ان سے اپنی بلڈنگ کا نمبر بتایا گیا تو ان میں سے سب لوگ کہاں اتنا جان سکتے ہیں، ویسے ان میں سے اکثر مسافرین انڈیا پاکستان کے لگتے تھے اور اردو بولتے تھے، ان میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ آپ لوگ اگلی بس تک یہیں رکیں، جب وہ آجائے؛ جو جلدی جلدی آتی رہتی تھی، اس پر بیٹھ کر اگلے اسٹاپ پر اتر جائیں۔ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا، چوں کہ نئے نئے تھے، اس لیے وہاں سے اتر کر روڈ کراس کر کے دوسرے روڈ پر جانا تھا، یہاں سے اپنی بلڈنگ اتنی ہی دور تھی، جتنی دور اپنے حجاج کے بس اسٹاپ سے تھی، خیر اللہ کے فضل سے جب دوسرے روڈ پر آگئے تو ایک سیلون والے سے بلڈنگ کا پتہ پوچھا، اس نیک بندے نے دکان سے نکل کر بلڈنگ دکھادی، میں سمجھ گیا اور پھر اپنے وقت پر ہی روم میں پہنچ گئے، دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، لیکن دوسرے دن باب النبی ﷺ سے نکلنے کے بجائے باب عبد العزیز سے نکل گئے اور پھر نہ جانے کدھر سے پیدل چلتے ہوئے اس طرف کو نکل گئے جہاں یہی لمبی والی بس صرف ملتی تھی، دوسری نہیں، جبل ابوقبیس کے پاس کا بس اسٹاپ دوسری طرف تھا، اس لیے پھر اسی بس سے آئے، بس میں

ایک صاحب بارہ بنکی کے مل گئے، انہیں بھی اُدھر ہی جانا تھا، اس لیے ان کی معیت میں پھر اپنے مستقر پر پہنچے، اہلیہ کہہ رہی تھیں کہ حاجی شمس الزماں صاحب کہہ رہے تھے کہ اپنی بس کا نمبر یاد رکھیے اور کبھی دوسری بس سے نہ آیئے، ورنہ بھٹک جائیں گے، میں نے کہا کہ اب ان شاءاللہ ایسا نہیں ہوگا، اب سمجھ میں راستہ آ گیا ہے۔ پھر آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہ ساری پریشانی بسوں کے بدلنے سے پیش آتی ہے۔

مسجد عائشہ: ایک ہفتہ کے بعد دوسرے عمرے کے لیے ایک ٹیکسی بیس ریال میں کر کے مسجد عائشہ صدیقہ جا کر احرام باندھا، ایک صاحب نے بتایا کہ آگے جا کر بس نمبر 2 تنعیم کے لیے مفت مل جائے گی، مگر وہ بس نہ مل سکی، البتہ واپسی میں تمام حجاج کرام کے لیے حرم تک بس کا مفت انتظام تھا، جانے والی بس ہمیں معلومات کم ہونے کی وجہ سے نہیں مل پائی۔ مسجد عائشہ میں احرام باندھنے والوں کا ہجوم تھا، مگر مسجد بھی بہت بڑی اور کشادہ ہونے کے ساتھ بہت بلند اور خوبصورت تھی۔ خوبصورت نرم وگداز قالین پر دو رکعت احرام کی نیت سے نماز ادا کرنے کے بعد بلند آواز سے تین بار لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک، والملک، لا شریک لک پڑھا، مسجد عائشہ معتمرین سے بھری ہوئی تھی، لوگ بڑی دلجمعی اور وقار کے ساتھ نماز، لبیک اور دعائیں کر رہے تھے، بہت سے لوگ گریہ وزاری میں مشغول تھے، جب کہ بہت سے لوگ فراغت کے بعد مسجد کی بلندی، مہارت مہندس اور خوبصورت جھاڑ فانوس اور نرم وگداز قالین کے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے تھے، وہاں پہنچ کر بار بار اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہیں سے عمرہ کا احرام باندھا تھا، جو اپنے بھائی عبدالرحمن ابن ابوبکر کے ساتھ حج سے فراغت پر یہاں آئی تھیں، یوں تو انہوں نے تمتع کا احرام نبی کریم ﷺ کے ساتھ باندھا ہوا تھا، لیکن بخاری شریف کی روایت کے مطابق وہ حیض شروع ہو جانے کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکیں، رونے لگیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں روتے دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہوا؟ جب حالات کا علم ہوا تو فرمایا کہ تم عمرہ کا احرام توڑ دو، اور جب حج کے ایام شروع ہو جائیں تو حج کا احرام باندھ لو، اور طواف افاضہ، و نماز کے علاوہ سارا کام انجام دو، انہوں نے ایسا ہی کیا، اس طرح جب حج مکمل ہو گیا تو انہوں نے عمرہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے تنعیم جا کر عمرہ کا احرام باندھ کر اپنی تمنا پوری کی تھی۔

تنعیم مقام پر واقع اس مسجد کا نام اسی واسطے ''مسجد عائشہ'' ہو گیا، جو بہت عالی شان، خوبصورت اور وسیع وعریض ہے، مکہ مکرمہ کی اکثر اس طرح کی تاریخی مساجد وسیع وعریض ہوا کرتی ہیں، کیوں کہ اکثر حجاج کرام اور معتمرین ان مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے جوق در جوق آتے ہیں اور ان کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔ اس واسطے مسجد کی کشادگی کے ساتھ حمام میں بھی بہت وسعت اور گنجائش رکھتے ہیں۔ تنعیم میں واقع مسجد عائشہ کے خوبصورت بلند مینار روڈ پر واقع ہونے کی وجہ سے دور سے نظر آ جاتے ہیں جو زائرین کی روحانی فرحت وانبساط کا سبب بنتے ہیں۔ مسجد میں داخلے سے قبل ہی معتمرین کے ازدحام کو دیکھ کر احساس ہو گیا تھا کہ یہی مسجد عائشہ صدیقہ ہے، مسجد میں پہنچ کر مرد وزن کے لیے جدا جدا نماز کے لیے جگہ متعین تھی، ایک رہنما مستقل طور پر وہاں رہ کر مرد وخواتین کو ان کے متعینہ مقام پر جانے کی تاکید کر رہے تھے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خواتین کے لیے نماز اور حمام کا الگ الگ انتظام رہتا ہے۔

تنعیم میں مسجد عائشہ کے متصل روڈ بہت کشادہ بنا ہوا ہے، البتہ پھر وہاں سے بس پر بیٹھ کر حرم شریف جانے کے لیے ٹرن لینا دوسرے روڈ پر جانا بہت دور سے ہوتا ہے، ہم لوگ بس کھلنے کے بعد سوچ رہے تھے کہ اتنی دیر سے چل رہے ہیں اب حرم شریف قریب آ گیا ہوگا، مگر جب مسجد عائشہ کے پاس سے پھر گزرے تو معلوم ہوا کہ یہاں ٹرن لینے کے لیے کئی کیلومیٹر دور جانا پڑتا ہے۔ مسجد عائشہ میں محراب کے قریب جا کر نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، وہاں دعا وغیرہ میں بہت دل لگ رہا تھا، ساتھ میں ہمارے چاند پورہ مئو کے روم پاٹنر حاجی محمد شاہد صاحب ابن حاجی محمد نسیم صاحب مع اہلیہ محترمہ بھی تھے، اس لیے سب کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ حرم شریف کے لیے واپسی پر بس میں تمام حجاج کی بھیڑ کو بیٹھانے کے واسطے ٹریفک پولیس اہلکاروں نے لائن لگوا دی تھی تاکہ سب کو آسانی ہو اور بغیر دھکا دیے سب کو بآسانی جگہ مل جائے، حالانکہ وہاں بہت ساری بسیں کھڑی رہتی ہیں جو ایک کے جانے کے بعد دوسری آ کر کھڑی ہو جاتی ہیں، مگر حسن انتظام اسی کو کہتے ہیں کہ سارا کام بحسن وخوبی انجام پا سکے، تنعیم میں جانے کے واسطے جو ٹیکسی دس ریال پر اجرت کے

طور پر لی گئی اس کے ڈرائیور مکہ مکرمہ کے تھے اور خندہ پیشانی سے ملے تھے، ان سے عربی میں جب بات کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اہل عرب کے دستور کے مطابق دعاؤں سے نوازا۔ انہوں نے جاتے ہوئے پوچھا تھا کہ کب واپسی ہوگی؟ میں نے جواب دیا کہ شاید پندرہ بیس منٹ لگ جائیں، انہوں نے کہا کہ میں دس منٹ رکوں گا، اگر آپ لوگ آگئے تو بہتر ہے، ورنہ پھر میں دوسری سواری اٹھالوں گا، میں نے کہا اچھی بات ہے، ہمیں وہاں کچھ دیر ہوگئی، تب تک وہ جاچکے تھے، مگر اس کے بدلے ہمیں حرم شریف کی مفت بس مل گئی اور آرام سے ہم لوگ نکل آئے۔

حج وعمرہ کا شعار تلبیہ اور ایک حاجی صاحب:

جس بس سے تنعیم سے عمرہ کی نیت کرکے حرم شریف آرہے تھے اس میں دیگر حجاج کرام ہندوستان ہی کے کسی جنوبی علاقے سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے بس میں زور زور سے تلبیہ پڑھنا اور پڑھانا شروع کردیا، ویسے تو ہم لوگ لبیک اللھم لبیک پڑھ ہی رہے تھے، مگر جب انہوں نے بلند آواز میں پڑھانا شروع کیا تو ہم لوگوں کو خلل ہونے لگا، جو معلم صاحب ان کو تلبیہ کا ورد کرا رہے تھے وہ یقیناً ان میں سب سے اچھا پڑھنے والے رہے ہوں گے، جو ان کی سربراہی کررہے تھے، مگر اس معلم الحجاج کا حال یہ تھا کہ صحیح طور پر تلبیہ پڑھ نہیں پارہے تھے، لک والملک کو ہجے کے ذریعے ایسا جوڑ توڑ کر کے پڑھ اور پڑھا رہے تھے کہ وہ جملہ کچھ اور بن جاتا تھا، پورے تلبیہ کا یہی حال تھا، وہ جس طرح ادا کررہے تھے اس کا تلفظ ہم لوگوں سے دشوار ہی نہیں ناممکن بھی ہے، اسے سن کر غصہ بھی آرہا تھا اور ہنسی بھی، غصہ اس پر آرہا تھا کہ اس طرح سب کو پڑھانے اور رٹانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور ہنسی اس پر چھوٹ رہی تھی کہ انہیں خود اس کا صحیح تلفظ نہیں معلوم تھا اور سب کو اسی غلط تلفظ سے پڑھائے جارہے تھے، تعجب کی بات یہ تھی کہ سب لوگ ایک ہی قماش کے تھے، اور سب اسی انداز میں پڑھے چلے جارہے تھے جس طرح وہ پڑھا رہے تھے، کوئی ان میں ان کی اصلاح کرنے کے قابل نہیں تھا۔

میں نے اولاً تو ان سے گذارش کی کہ وہ پڑھانے کے بجائے چپکے چپکے پڑھیں، تاکہ دوسروں کو خلل نہ ہو، اس فہمائش کا انہوں نے برا نہیں مانا، پھر میں نے کچھ تصحیح کرنے کی کوشش کی تو ان کی زبان پر وہ چڑھ ہی نہیں رہا تھا، البتہ مجھے ایسا لگا کہ ان کا تلبیہ درست ہو یا نہ ہو، میرا تلفظ ضرور خراب ہوسکتا ہے۔

اس بس کے ذریعے ہم لوگ حرم شریف کی نئی توسیع جسے شاہ فہد نے کرائی تھی اس جانب سے مسجد حرام میں داخل ہوئے، تعمیر جدید کا یہ حصہ مروہ کے آگے ہے، اور بہت دور تک پھیلا ہوا ہے، مروہ کی جانب سے شروع ہوکر یہ توسیعی سلسلہ گھومتے ہوئے حمام نمبر ۶ تک چلا گیا ہے، یہ حصہ مطاف کے لیے نہیں، بلکہ نماز اور تلاوت کے لیے مخصوص ہے، یہاں سے خانۂ کعبہ نظر نہیں آتا، ممکن ہے کہ کسی کونے سے شاید دکھائی دیدیتا ہو، یہ بڑا سا حصہ نہایت وسیع، دو یا تین منزلہ بنا ہوا ہے، جو نہایت خوبصورت اور آرام دہ ہے، اس میں داخلے کے لیے بڑے بڑے گیٹ بنے ہوئے ہیں، اس جانب ایتھوپیا کے حجاج اکثر نظر آئیں گے، اس میں عورتوں اور مردوں کے لیے جدا جدا جگہ بنی ہوئی ہے، جب مطاف وغیرہ میں بھیڑ ہوجاتی ہے تو حرم شریف کی انتظامیہ حجاج کرام کو اسی جانب بھیج دیتی ہے، یہاں سے راستہ بالکل اوپر مطاف کی جانب بھی جاتا ہے، یہ حصہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ اس میں ٹہلنے کے لیے کافی وقت کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں جب کوئی پہنچ جاتا ہے تو اسے اگر آرام کرنے کی ضرورت ہو، وہ بھی پوری ہوجاتی ہے، تلاوت وغیرہ معمولات یہاں آرام سے پورے کیے جاسکتے ہیں، یہاں سے کوئی آپ کو اٹھانے والا نہیں ہوگا، ادھر ہی کے فوقانی حصے میں حرم شریف کے اساتذہ درس قرآن وحدیث بھی دیتے ہیں جس میں طلبہ اور زائرین کی کافی تعداد شریک ہوتی ہے۔

تنعیم سے آتے ہوئے بس نے تقریباً ایک کیلومیٹر دور حرم سے اتار دیا تھا جس کی وجہ سے پیدل چلنے میں بہت دیر ہوئی، حرم شریف کے راستے اور اس کی پوری سیاحت اور راستوں کا صحیح علم ۳۵ دن رہنے کے بعد بھی نہیں ہوسکا، البتہ جس راستے سے ہم لوگ آتے جاتے تھے اتنے ہی کا علم رہتا تھا، وہاں حرم شریف کے کتنے گیٹ ہیں؟ کتنی پر پیچ سڑکیں اور کتنے راستے ہیں؟ ان کی پوری معلومات کے لیے کئی مہینے چاہئیں۔ دوسرے عمرہ کا یہ احرام ذی قعدہ کی شاید انتیس تاریخ کو باندھا گیا تھا، خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سارے عمرے ذیقعدہ میں کیے تھے، عمرے کے لیے بہت سے لوگوں نے جلدی جلدی احرام باندھا تھا، مگر علما نے لکھا ہے کہ ہفتہ دس دن کے بعد دوسرا عمرہ کرنا چاہیے، تاکہ سر پر کچھ بال آجائیں، یہ عمرہ حج سے قبل کیا گیا تھا، اگرچہ

نیچے مطاف میں بہت زیادہ بھیڑ رہنے لگی تھی، اور غیر معتمرین کو نیچے سے طواف کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی، مگر احرام کی چادروں کی وجہ سے ہم لوگوں کو نیچے سے طواف کے لیے جانے دیا گیا، جس کے باعث اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے طواف اور سعی میں آسانی ہوگئی۔ مسعی کی مسافت اوپر سے کچھ زیادہ ہے، مگر نیچے بھیڑ بھی زیادہ رہا کرتی ہے۔

مطاف اور عورتیں: جون اور جولائی کے مہینے میں سعودی عرب میں بھی بہت زیادہ گرمی ہوا کرتی ہے، اس لیے نیچے سے طواف کے دوران اگرچہ گرمی کا بہت زیادہ احساس ہوتا ہے مگر طواف میں چلنے کا دورانیہ کم ہوجایا کرتا ہے۔ طواف میں گرمی اور تپش کا احساس کم ہو، اس لیے کتنے لوگ چھتری لیے رہتے ہیں اور کتنے لوگ پانی کی ٹھنڈی بوتلوں میں چھوٹا چھوٹا سوراخ کر کے اسے دبا کر پانی کے ابلتے فوارے کے ذریعے برودت کا احساس پیدا کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر پانی کا چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ کتابوں میں اکثر مصنفین حضرات حج وعمرہ کے سلسلے میں عورتوں کو یہ رائے دیتے ہیں کہ وہ پردہ کی غرض سے رات میں طواف کیا کریں، لیکن اب تو حرم شریف اور اس کے باہر بھی جگمگاتی روشنی کا یہ عالم رہتا ہے کہ رات کو بھی دن جیسا اجالا ہر طرف بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ازدحام کا عالم بھی دن کی طرح یکساں رہتا ہے۔ نیز اس وقت عورتیں بھی قریب قریب مردوں کی تعداد کے برابر رہتی ہیں، جو اپنے خاوندوں یا محرم کے ساتھ جاتی ہیں، ساتھ ہی اس سال 1444ھ۔2023ء کے حج میں ہر جگہ سے بغیر محرم کے بھی عورتوں کو جانے کی اجازت مقامی حکومت کے علاوہ سعودی عرب کی حکومت نے بھی دیدیا ہے، اس لیے اب عورتوں کی تعداد کسی طرح مردوں کے مقابلے میں کم نہیں رہتی۔ سعی اور طواف میں عورتوں کو مردوں سے الگ رکھنے کی کوئی صورت نہیں بنتی ہے، اس لیے وہ مردوں کے محاذات میں برابر چلتی رہتی ہیں، چہرے تو سب کے کھلے ہی رہتے ہیں، بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ان کے اختلاط سے شیطانی وساوس سے بچنا بڑا مشکل لگتا ہے، نہ چاہتے ہوئے بھی اجنبیات ومحرمات سے ایسا ٹکراؤ ہوجاتا ہے کہ بس کیا کہا جائے؟ ان سے احتیاط کا لحاظ تو کیا جاتا ہے، مگر بالکلیہ اس سے بچنا ناممکن ہوتا ہے، اگر کوئی احتیاط بھی کرنا چاہے تو بھی ان کی جماعت بلاقصد وارادہ لوگوں پر پل پڑتی ہے اور ایک طرف ہٹ کر انہیں راستہ دینے پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے۔

ان خواتین میں سے کتنی اپنی قوت اور جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے رکن یمانی، باب بیت اللہ اور حجر اسود کو بوسہ لینے میں کسی طرح مردوں سے پیچھے نہیں رہتیں۔ کتنی طاقتور عورتیں تقبیل حجر اسود میں کامیاب ہوگئیں اور کتنے مردوں نے بھیڑ اور دھکم دھکا دیکھ کر اس کے قریب پہنچنے سے توبہ کر لی، سخت ازدحام کی بنا پر ہم لوگ خود حجر اسود کا بوسہ تو درکنار، اس کے دیدار سے بھی محروم رہ گئے اور ہر بار استلام پر قناعت کر کے آگے بڑھ گئے۔ کتنی تمنا تھی کہ طواف کی دو رکعت نماز "**واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی**" کے تحت مقام ابراہیم کے قریب پڑھ لیتے، مگر طواف کرنے والوں کی بھیڑ کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہوسکا۔ حتیٰ کہ مطاف میں بھی مشکل ہونے کے باعث مسجد حرام کے کسی گوشے میں وہ نماز ادا کی گئی۔

تیسرا عمرہ حج کے بعد: حج کی ادائیگی کے بعد تیسرا عمرہ کرسکے، کیوں کہ حج کے ارکان شروع ہونے سے تقریباً پندرہ دن قبل ہم لوگ مکہ پہنچے، جس میں حج سے دو دن قبل بسوں کا چلنا بھی بند ہوجاتا ہے، تاکہ حجاج کرام بہت زیادہ تھک نہ جائیں اور حج کے لیے اپنی طاقت محفوظ کر کے رکھ سکیں، نیز کتابوں میں لکھا تھا کہ دو عمرے کے درمیان ہفتہ دس دن کا فاصلہ ہونا چاہیے تاکہ سر پر کچھ بال حلق کے لیے نمودار ہوجائیں، اس لیے کل تین عمرہ کیا گیا، تیسرا عمرہ حج کے بعد جب عزیزیہ بلڈنگ نمبر 218 میں آئے تو اس کے بعد دو تین دن تک حرم شریف کی بسیں بند تھیں، اس لیے جب بسیں چلنے لگیں تو مسجد حرام میں نفلی طواف کے لیے جانے لگے، مگر اسی دوران میری طبیعت خراب ہوگئی، ہوا یوں کہ حج کے دوران سخت دھوپ میں چلنے اور راستے میں بہت زیادہ پیاس لگ جانے کی وجہ سے خوب ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پی لیا، دوسرے دن کی رمی کے وقت جب کہ طواف زیارت کرنا تھا، میرے گلے میں خراش محسوس ہو رہی تھی، آواز رفتہ رفتہ بیٹھنے لگی، منیٰ کے خیمے میں ایک ڈاکٹر حاجی کلیم صاحب بلریا گنج کے تھے، انھوں نے بہت سی دوائیں رکھی ہوئی تھیں اور لوگ ان سے استفادہ کر رہے تھے، وہ ہمارے خیمہ میں ہی تھے، میں نے ان سے مرض کے بارے میں بتایا تو انہوں نے ایک دوا دی، جس کا پیسہ وہ کسی سے نہیں لیتے تھے، اس دوا سے افاقہ جب نہیں ہوا، اور حج کا سارا کام بحمد اللہ مکمل ہوگیا، روم پر آنے کے بعد اب کھانسی بھی شروع ہوگئی، اور ساتھ ہی بخار سے بدن تپنے

لگا، دوا تو میں ساتھ لے گیا تھا، وہ ختم ہوگئی تو کسی نے بتایا کہ یہاں حج کے بعد اکثر لوگ بیمار ہوجاتے ہیں، خیر گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، حج کمیٹی کی جانب سے دواخانہ یہاں موجود ہے، جس میں اچھے اچھے بھارتی ڈاکٹر ہیں اور وہ دوائیں مفت دیتے ہیں، وہیں ایک صاحب کے ہمراہ پہنچا، بھیڑ زیادہ تھی، کئی مرد و زن ڈاکٹر تھے، رجسٹریشن کے بعد جب نمبر آیا اور دوا لکھوانے کے بعد لے آیا، جس میں کھانسی کا سیرپ بھی تھا، خیر اللہ نے شفا دی، مگر مکمل راحت ابھی نہیں ملی تھی، کہ اچانک پھر کپکپی اور ٹھنڈ کے ساتھ بخار آنے لگا، میں نے سمجھا کہ ملیریا کا اثر ہوگیا ہے، پھر وہیں دوا کے لیے پہنچا، میں نے ڈاکٹر صاحب سے ملیریا کا خدشہ کا اظہار کیا، انہوں نے میری بات کو کاٹتے اور خوف کو دور کرتے ہوئے کہا کہ یہاں کسی کو ملیریا نہیں ہوتا، کیوں کہ یہاں مچھر نہیں پائے جاتے۔ پھر انہوں نے دوا تجویز کی اور الحمدللہ پھر جلد ہی آرام ملتا گیا۔ اس دوران کچھ نمازیں میں نے کمرے میں ہی ادا کی، مکمل آرام کرتا رہا، پھر مسجد جانے لگا اور اس کے بعد اللہ پاک نے طاقت عطا فرمادی تب حرم شریف جانے کے لائق ہوا۔ اس دوران بسیں بھی بند رہتی تھیں، اس کے بعد بسیں چالو ہوگئیں۔

وھیل چیئر: حرم شریف میں شروع کے تین دن تک نیچے کے مطاف میں سب کو جانے کی اجازت تھی، البتہ ان دنوں میں بھی عصر کے بعد سے سب کو اوپر بھیڑ کی وجہ سے بھیجا جانے لگا، اور تین دن کے بعد یہ شرط لاگو ہوگئی کہ جو لوگ احرام کی حالت میں ہوں گے وہی نیچے مطاف میں جاسکیں گے، دوسرے نہیں، اس لیے غیر احرام والوں کو اوپر بھیج دیا جاتا۔ جہاں بھیڑ کے علاوہ مطاف کی دوری بہت زیادہ بڑھ جاتی، ایک طواف ڈیڑھ گھنٹے کے بعد مکمل ہو پاتا۔ مگر مطاف کی اس تین منزلہ حرم شریف کی عمارت میں بھی عورتیں کثرت سے طواف کرتیں تھیں، عمر رسیدہ عورتیں بھی شوق طواف میں ساری مشقتیں اور صعوبتیں خوشی سے برداشت کرتی تھیں۔ جب کہ ان میں کچھ سیدھے چلنے سے معذور نظر آتی تھیں، مگر جو زیادہ مجبور اور معذور ہوتیں، ان کے گھر والے انھیں وہیل چیئر پر طواف وسعی کراتے، اس کے برخلاف یہ بھی دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے کمزور شوہروں یا بھائیوں کو وہیل چیئر پر سوار کرا کر طواف اور سعی کراتیں، اور خوشی سے یہ خدمت انجام دیتیں تھیں۔ ازدحام میں کسی کو وہیل چیئر پر بیٹھا کرا سے چلانا اور دیگر مرد و خواتین کو چوٹ اور دھکے سے بچانا بہت نازک کام ہوتا ہے، کتنے ہی لوگوں کو چوٹ لگ جاتی تھی اور کئی لوگوں کو دیکھا کہ وہ پیر میں پنڈلی پر پٹی باندھے ہوئے ہیں، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہیل چیئر کے دھکے سے ایسا ہوا ہے۔ عموماً اس میں دوسروں کو چوٹ لگ جاتی ہے، اور روکتے روکتے بھی دھکا لگ جاتا ہے۔ کتنے زخم خوردہ تو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف پیچھے کی طرف دیکھ کر اپنا احتجاج درج کردیتے ہیں جب کہ کتنے پلٹ کر عدم زبان دانی کے باوجود سخت سست کہہ کر اپنی بھڑاس نکال لیتے ہیں اور کچھ اپنے سے باہر بھی ہوجاتے ہیں۔ وہاں تو ہر قسم کے لوگ اور ہر مزاج اور زبان کے حضرات موجود رہتے ہیں اور اخلاقیات کے تعلق سے ہر قسم کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ وہیل چیئر میں بریک نہ ہونے سے بھی دھکا اکثر لگ جاتا ہے۔

وہیں پہلی بار مجھے وہیل چیئر پر کسی کو بیٹھا کرا سے چلانے کا موقع ملا اور اس کا تجربہ بھی ہوا کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور ازدحام میں بھی احتیاطی تدابیر کے ساتھ کسی کو دھکا دیے بغیر طواف وسعی کرانا ذرا مشکل کام ہے۔

جامعہ ام القریٰ: اس تیسرے عمرے کے لیے ہم کئی ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ اب جامعۃ ام القریٰ جا کر احرام باندھا جائے، ہماری بلڈنگ کے مولانا خورشید انور صاحب اور دوسرے رفقا نے بتایا کہ ہم لوگوں نے وہیں سے احرام باندھا تھا، انھوں نے بتایا کہ یہ قریب بھی ہے اور آپ کو طریق عبد العزیز سے مفت میں لمبی والی بس مل جائے گی۔ چنانچہ ان کی تحریک پر میں نے اور حاجی شمشاد صاحب ابن حاجی عتیق الرحمن گرہست محلہ بانسہ اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک دن نکل گئے، پہلے سے یہ بھی علم نہیں تھا کہ ام القریٰ کس رُخ پر ہے؟ ہم لوگ دوسرے روٹ والی بس کی جانب کھڑے تھے، ایک صاحب نے بتایا کہ سڑک کو پار کرنے کے بعد بس ملے گی، خیر وہاں تھوڑے انتظار کے بعد بس مل گئی، یہ بس لمبی ہوتی ہے، اسے دو بسوں کو جوڑ کر ایک کردیا جاتا ہے، یہ لاک ڈاؤن کے بعد سے پورے مکہ میں چل رہی ہے اور بہت جلد جلد ملتی رہتی ہے، پورے مکہ کے لیے کہیں کرایہ بھی نہیں لگتا، یہ چھوٹ ہر شخص کے لیے ہوتی ہے۔

اسی حرم مکی بس سے ام القریٰ یونیورسٹی جلد ہی پہنچ گئے، وہیں اس کا آخری اسٹاپ بھی تھا، بس اسٹاپ بہت وسیع وعریض تھا، ایسا لگتا تھا کہ کوئی ہوائی اڈہ ہے، وہاں یہ بسیں بھی ایک لائن میں اپنی باری کے انتظار میں کھڑی نظر آئیں۔ سب کی آمد ورفت کا وقت اور رخ متعین ہوتا ہے۔ ام القریٰ یونیورسٹی کی یہ نئی عمارت عرفات کی جانب بڑی طویل وعریض دائرے میں پھیلی ہوئی تھی، جو ایک ہی رنگ وروغن کی شکل وصورت میں وسیع علاقے میں بنی ہوئی تھی۔ وہاں تمام آبادیوں میں مساجد اپنے منارے کے ساتھ نمایاں نظر آتی رہتی ہیں جسے دیکھ کر دل خوش ہوجاتا ہے، مسجد کے منارے مسجد کا شعار ہوتے ہیں، سعودی عرب میں اس کا بہت لحاظ رکھا جاتا ہے، تمام مساجد میں اونچے اور چوڑے چوڑے منارے دور سے نظر آتے رہتے، اس کے برخلاف ہمارے علاقے میں مسجد کے شعار کی تعمیر کی جانب توجہ نہیں کی جاتی، البتہ غیر ضروری کام؛ مثلا دانہ ٹالی اور دوسری غیر ضروری چیزوں میں بے دریغ پیسے خرچ کردیے جاتے ہیں اور مساجد میں راحت وآرام پہنچانے والی چیزوں کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا ہونا چاہیے، سعودی عرب میں مساجد کی کثرت کی بنا پر ہمیں بھی وہاں ام القریٰ یونیورسٹی کے چھوٹے سے دائرے میں دو مسجدیں مینار کی وجہ سے نظر آئیں اور ہم لوگ بس سے اتر کران میں دو رکعت نماز پڑھنے کے واسطے چل دیے۔ بڑا ایریا تھا، یونیورسٹی کے احاطے سے گذرتے ہوئے ایک صاحب ملے، یہ طالب علم پاکستان کے تھے، ان سے بات کرنے پر انھوں نے کہا کہ ہندوستان کے بہت سے طلباء یہاں زیر تعلیم ہیں، ان میں دیوبند کے فارغین بھی ہیں، انھوں نے مسجد کا راستہ بتاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ابھی چھٹیاں چل رہی ہیں، اگست سے یہ تعلیمی ادارے کھل جائیں گے تب یہاں خوب چہل پہل رہے گی۔

ہم لوگ مسجد جامع ام القریٰ میں پہنچے، باوضو تھے، اس لیے خوبصورت قالین پر دو رکعت نماز احرام ادا کی گئی، اور عمرہ کی نیت کرکے حالت احرام میں ہوگئے۔ چھٹیوں کے باوجود کچھ صفائی ملازمین اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے تھے، عمارتیں دومنزلہ کم نظر آئیں ساری عمارتیں وسیع رقبہ پر پھیلی ہوئیں بہت دلکش نظارہ پیش کررہی تھیں۔ راستے میں ایک جگہ مستشفی الولادۃ ومستشفی الاطفال نظر آیا، جو بہت لمبے چوڑے علاقے میں پھیلا ہوا ہے، بچوں کے اسپتال کی مناسبت سے بچوں کے لیے خوبصورت پارک اور اس میں بچوں کے کھیل کود کے سارے انتظامات باہر دکھائی دے رہے تھے۔ بچوں کے لیے کھیل کود اور تفریح کے اتنے سامان اکٹھا کم جگہ نظر آئیں گے۔ احرام کی دو چادروں میں ملبوس ہوکر بہت سکون محسوس ہوتا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے من جانب اللہ تقدس اور روحانیت کی بارش ہورہی ہے اور ہم اس باران رحمت میں نہارہے ہیں اور رحمت الہی کے دریا میں غوطہ لگارہے ہیں۔

حرم شریف کی انتظامیہ: عمرے کی ادائیگی کے لیے جب حرم شریف پہنچے تو دور ہی سے اس کے بلند وبالا منارے دعوت نظارہ دے رہے تھے، حرم شریف سے متصل" ساعۃ مکہ" ایک ایسا فلک بوس ٹاور ہے جس کی نظیر نہیں، دن ہو یا رات، دور اور نزدیک سے وہ حرم شریف کا پتہ بتانے میں بے مثال سمجھا جاتا ہے۔ حرم شریف کے قریب پہنچنے پر دل کی کیفیت ایسی ہوجاتی ہے جیسے کوئی مقناطیسی کشش ہے جو مسلمانوں کو بیت اللہ شریف کی جانب کھینچتی چلی جاتی ہے اور بے اختیار مرد وعورت اس کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتے چلے جاتے ہیں، حرم شریف میں پہنچنے کے جتنے دروازے بنے ہوئے ہیں، ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے بندے ذوق وشوق کے ساتھ جوق در جوق مطاف میں داخلے کے لئے بیتاب رہتے ہیں۔ اتنے سارے مرد وزن سب کے سب حرم شریف کی مختلف عمارتوں میں سماجاتے ہیں، ایک صاحب نے بتایا کہ اللہ پاک نے اس بستی کا نام ''ام القریٰ'' رکھا ہوا ہے، ماں کے پاس جاکر بچوں کو بے انتہا سکون ملتا ہے، جس طرح ایک ماں اپنے سارے بچوں کو اپنے آنچل میں سمیٹ لیتی ہے، مرغیاں اپنے چوزوں کو کس طرح جگہ بناکر اپنے پروں میں سمیٹ کر انہیں راحت پہنچاتی ہیں؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حکم سے تعمیر کیا گیا یہ حرم مکہ بھی اپنے زائرین کو اپنے وسیع دامن میں جگہ دے کر انہیں سکون کی ٹھنڈی چھاؤں فراہم کرتا ہے۔

مجمع کی کثرت اور حج کا موسم ہونے کی بنا پر حرمین شریفین کی انتظامیہ مجمع کو قابو میں رکھنے اور ازدحام کے منفی ردعمل سے بچنے کی خاطر بہت سارے قوانین وضع کرتی ہے اور اس کے مطابق عمل کرتی اور کراتی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اصول وقواعد نفس پر گراں لگتے ہیں مگر اسی میں خیر وعافیت ہوتی ہے۔

بیت اللہ کی عظمت: انہی اصول وضوابط کی روشنی میں حرمین شریفین کی فعال انتظامیہ نے امن وسلامتی کی خاطر یہ قانون بنایا ہے کہ مجمع

جب بہت زیادہ ہوجائے تو نیچے کے مطاف میں صرف احرام باندھنے والوں کو داخلے کی اجازت دی جائے، اور باقی حضرات کو اوپر طواف ونماز کے واسطے بھیج دیا جائے۔ اس لیے ہم لوگ بھی جب ام القریٰ سے احرام باندھ کر آئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں بھی نیچے مطاف میں جانے کی اجازت مل گئی، اس طرح ہم لوگ صفا کی جانب سے باب السلام یا باب النبی سے اللہ کے گھر کے سامنے جانے کے راستے پر پہنچ گئے، خانۂ کعبہ کی شان کہ اس پر نظر پڑتے ہی دل کی حالت اور کیفیت بدل جاتی ہے، اس کو دیکھتے ہی اپنی خوش قسمتی پر رشک ہونے لگتا ہے، تمام حجاج کرام اور معتمرین کی پہلی نظر جب خانۂ کعبہ پر پڑتی ہے تو ہیبت وعظمت وجلالت سے لبریز اللہ تعالیٰ کے اس گھر کے دیدار کی تاثیر سے خود اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے اثر سے دل بے انتہا متاثر ہوتا ہے، اور زبان پر "ان الحمد للہ والعظمۃ للہ، اللھم زد بیتك تعظیما و تشریفا و مھابۃ" جاری ہونے لگتا ہے، جس کا دل غیر اللہ اور منکرات وفواحشات سے پاک وصاف ہوتا ہے، اسی اعتبار سے دل پر اللہ کی عظمت ومحبت کا انعکاس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کو دیکھ کر شوق وجذب اور اس کی محبت کی کشش سے دل کبھی گناہوں کی باز پرس کے خوف سے لرزنے لگتا ہے تو کبھی اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ومغفرت کے مدنظر، کرم اور چشم پوشی کی امید میں دل کو سکینت اور طمانیت کی دولت نصیب ہوتی جاتی ہے۔ کہ وہ باری تعالیٰ، خالق کائنات، ارحم الراحمین؛ جس نے ایک گنہگار اور ناپاک بندے پر اپنی رحمت ومحبت کی بارش برساتے ہوئے اپنے حرم پاک میں بلا کر اپنا پاک اور بابرکت گھر دکھایا، جو گھر دنیا میں ہدایت پھیلنے کا ذریعہ ہے، وہ ذات جو غفار الذنوب اور ستار العیوب ہے، جس کے بلاوے پر ہم اس کے حرم شریف کی چوکھٹ پر پہنچ گئے ہیں، وہ جو سخیوں کا سخی اور کریموں کا کریم؛ بلکہ کریموں میں سب سے بڑا کریم ہے، وہ پاک ذات اپنے دربار عالی میں بلا کر کسی بندے کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتی، ہم جس کے مہمان ہیں، اور جو ہمارا میزبان ہے، آج اس نے اپنا پاک گھر دکھا کر ہم فقیروں پر جو محبت وکرم کی سخاوت بارش برسائی ہے، وہی اس کی سب سے بڑی مہربانی، اور اس کی ناقابلِ فراموش میزبانی ہے۔

خانۂ کعبہ شریف کی کشش: اس پُرعظمت گھر کے سامنے ساری بلڈنگیں ہیچ ہیں، سارے محلات کی چمک دمک بے نور ہے، جس گھر کی بقا میں عالم کے مسلمانوں کی بقا پوشیدہ ہے، اپنی قسمت پر رشک آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آج ہمیں اپنے اس گھر کے صحن میں بلا لیا جس کی جانب زندگی بھر ہم رخ کر کے نمازیں ادا کرتے آئے، آج وہ گھر ہمارے عین سامنے ہے، جس گھر کی محبت میں ہم پلے بڑھے اور جوان ہو کر ادھیڑ عمر میں پہنچ گئے، جس کے دیدار کے شوق میں برسہا برس گزر گئے، جسے دیکھنے کی تڑپ میں کتنے اللہ کے بندے قبروں کی آغوش میں محو استراحت ہوگئے، مگر باری تعالیٰ نے ہمیں آج اس گھر کی زیارت نصیب فرمادی، آج وہ بیت اللہ ہمارے سامنے ہے، اس کے پاک در ودیوار ہماری نظروں کو سکون وشادمانی پہنچا رہے ہیں، ہم بے حجاب خانۂ کعبہ کے چاروں جانب کا نظارہ کر رہے ہیں، کبھی غلاف کعبہ کی کشش اور پھر اس کے دیدار سے اپنے دل کو بہلا رہے ہیں، تو کبھی اس کے میزاب رحمت کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہے ہیں۔ کبھی رکن یمانی کے دیدار سے مشرف ہو کر اس کے حسین وجمیل دروازے پر نظریں جم جاتی ہیں اور اس کے روحانی مناظر سے لطف اندوز ہو رہے ہیں تو کبھی حجر اسود اور اس کے کنارے لگی چاندی کی دیدہ زیب مینڈھ کو دیکھ کر دل میں نورانیت محسوس کر رہے ہیں۔ خانۂ کعبہ ہمارے سامنے ایک شمع روشن کی طرح جگمگا رہا تھا اور اس شمع ہدایت کے پروانے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے عشق میں اس کے ارد گرد دیوانہ وار لبیك لبیك اللھم لبیك کی صدائے دلنواز بلند کر رہے تھے، حالت احرام میں ملبوس معتمرین کی بیت اللہ سے محبت دید کے قابل تھی، مرد وزن کا ایک ہجوم تھا جو دنیا کے کونے کونے سے آج اس گھر کی محبت میں یہاں سمٹ آیا تھا، اس سادگی والے گھر کی دہلیز پر لوگوں کے دل قربان کیوں نہ ہوں، اس گھر کے در ودیوار سے لپٹنے کی تمنا اور اس کی ایک ایک اینٹ سے چمٹنے کی آرزو ہر شخص کو کیوں نہ ہو؟ اس معبود کے گھر کی چوکھٹ کو پکڑ پکڑ کر دلی مرادیں مانگنے کی تڑپ دل کو بے چین کیوں نہ کرے؟ اس کے دروازے کے کواڑوں اور اس کے حلقوں کو چھونے اور اس سے دیدۂ ودل کو مس کرنے خواہش کیوں نہ دل میں انگڑائی لے؟ اور رکن یمانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ آہستہ حجر اسود کی جانب قدم بڑھانے میں لذت اور مزا کیوں نہ ملے کہ یہی اس دنیا کی جنت ہے، یہی گھر اللہ تعالیٰ شانہ کے جلووں کا مظہر ہے، یہی بیت اللہ دنیا میں اللہ پاک کی رحمت کے نزول کا مرکز ومنبع ہے، یہی خانۂ کعبہ دنیا کے بت کدوں میں سب

پہلا اللہ کا گھر ہے جس کی جانب رُخ کر کے عبادت انجام دینے کی ہدایت کی گئی ہے، اس گھر پر ہمارے دیدۂ و دل فدا، اس پر ہمارے جان و مال قربان۔

تعمیر کعبہ: اس گھر کی تعمیر ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کی، دور دور سے حضرت اسماعیل پتھر اپنے کندھے پر ڈھو کر لاتے تھے، اینٹوں کو جوڑنے کے لیے مٹی اور پانی لاتے تھے، حضرت ہاجرہ ان کا ساتھ دے رہی تھیں، تیسری کوئی شخصیت اس کی تعمیر کے لیے موجود نہیں تھی، ان کے دل اس سعادت مندی پر اس لیے نازاں و فرحاں تھے، کہ اللہ پاک نے ان سے اپنا گھر بنوانے کی توفیق بخشی، وہ چاہتا تو فرشتوں سے یا کلمۂ کن کہہ کر اس کو بنا دیتا، ابوالانبیا اس سعادت مندی پر پھولے نہیں سما رہے تھے، مگر ان کے دل فخر و بڑائی سے پاک تھے، پھر بھی کہیں کسی بدنیتی سے اپنے ہاتھوں بنایا گیا یہ گھر اللہ کے دربار میں نامقبول نہ ہو جائے؟ اس لیے فوراً اللہ پاک کی عالی بارگاہ میں اپنی محنت و خدمت کی قبولیت کے لیے ہاتھ اٹھا دیا کہ اے اللہ! آپ کی توفیق سے یہ گھر تعمیر ہوا ہے، آپ ہماری اس خدمت کو قبول فرما لیجے، آپ تو ہماری باتوں کو سننے والے اور ہماری نیتوں کو جاننے والے ہیں۔ اللہ پاک نے جواب میں قبولیت کی علامت کے طور پر فرمایا کہ اب جبل ابوقبیس (جو باب النبی کی جانب پہاڑ ہے اور اس وقت وہیں بس اسٹاپ بھی بنایا گیا ہے، اور اب بھی بہت سے پہاڑوں کو کاٹنے کے بعد اس کے بڑے حصے کو باقی رکھا گیا ہے) پر چڑھ کر لوگوں میں حج بیت اللہ کا اعلان کر دو، جس کا اثر یہ ہوگا کہ اس گھر کی محبت میں دنیا کے دور و نزدیک سے لوگ پیدل اور اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں گے اور اتنی دور سے آئیں گے کہ اونٹنیاں چلتے چلتے دبلی ہو جائیں گی۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے اللہ! یہاں کون ہے جو میری آواز سنے گا؟ لوگوں تک میری آواز کیسے جائے گی؟ دنیا تو بہت بڑی ہے، میری آواز ان کے کانوں تک کس طرح پہنچے گی؟ اللہ پاک نے فرمایا کہ آواز لگانا تمہارا کام ہے اور اسے ہر ایک تک پہنچانا میرا کام ہے۔ آج اسی ابراہیمی آواز پر لبیک لبیک کہتے ہوئے حجاج جوق در جوق پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، آپ میری حاضری قبول فرما۔

یہی وہ گھر ہے جس کی تعمیر قریش نے نبی کریم ﷺ کے بچپن میں کی، آپ ﷺ بھی دیگر لوگوں کی طرح اپنے کندھے پر پتھر لاد کر لاتے تھے، بدن پر لنگی کے سوا کوئی کپڑا نہیں تھا، مگر ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ آپ اس کی پروا کیے بغیر کہ میرے کندھے چھل رہے ہیں یا اس کا کہیں نشان پڑ رہا ہے، کام کیے جا رہے ہیں، آپ کے چچا حضرت عباس نے آپ کے کام کرنے کی لگن دیکھ کر کہا کہ بھتیجے! یہ لنگی کھول کر کندھے پر رکھ لو اور اس پر پتھر رکھ کر لایا کرو، آپ ﷺ نے ان کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے ایسا ہی کیا، مگر لنگی کھولتے ہی آپ ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے، کہ بچپن میں بھی نبوت کے منافی کسی کام کی جانب آپ کے قدم نہ بڑھ سکے۔ اس کے بعد دوسرے بچوں کی طرح پھر کبھی آپ برہنہ نہیں ہوئے، بخاری شریف۔ الغرض نبی کریم ﷺ نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا، پھر جب آپ بڑے ہو گئے اور حجر اسود کو اس کے اصل مقام پر رکھنے میں نزاع کی صورت پیدا ہو گئی، تو اللہ پاک نے نبوت سے قبل بھی آپ کے ذریعے اس مسئلہ کو حل کیا اور آپ کے مشورے کے مطابق آپ سب کے سفیر بن کر اسے اس کے مقام پر رکھا دیا۔

اللہ کے گھر کے سامنے پہنچا ہوا یہ مجمع دیکھنے کے اعتبار سے رنگ و روپ اور قد و قامت میں جدا جدا تھا، زبانیں ہر ایک کی الگ اور ناقابل فہم تھیں، مگر سب اللہ تعالیٰ کے بندے تھے، یہاں آ کر سب کی زبانیں ایک ہو گئیں، اس کے دربار میں پہنچ کر سب ایک ہو گئے، کالے گورے میں کوئی فرق نہیں رہا، رنگ و روپ اور زبانوں میں کوئی امتیاز نہیں رہا، آج ہر زبان والے کی زبان سے لبیك اللهم لبيك کی صدائیں گونج رہی تھیں اور سب ایک لباس میں ملبوس ہو کر وحدت آدمیت کے مظاہرے کے پہلو بہ پہلو طلب رضائے الٰہی میں مشغول تھے۔

سب کے قلوب تمناؤں اور مرادوں سے بھرے ہوئے تھے، دل میں امنگیں اور امیدیں تھیں، زبانوں پر دعاؤں اور تمناؤں کا ہجوم تھا مگر اس کے لیے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے، محبت و شوق کی وجہ سے دل اگر کانپ رہے تھے تو زبان اور ہونٹ بداعمالیوں کو سوچ کر لفظوں کی صحیح ادائیگی سے لرز رہے تھے، آج دنیا میں سب سے بڑے دربار میں رسائی ہو گئی تھی، دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت تھی اور سامنے اس کا پاک گھر تھا، اللہ پاک کی رحمت سے امید ہے کہ اس نے جس طرح اپنی رحمت سے اس ناپاک کو اپنا پاک گھر دکھا دیا ہے، ان شاء اللہ ایک دن وہ ہمیں اپنے دیدار کی دولت سے بھی مالا مال کر دے گا، اس کی رحمت سے کوئی چیز بعید نہیں، اللہ کے عاصی بندے اس کی مودت اور رحمت سے ناامید نہیں ہوتے۔ کیوں کہ اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں، بیت اللہ

پر پہلی نظر پڑتے ہی ہم نے کیا کیا مانگا؟ اور کس طرح مانگا؟ ان دعاؤں پر ارحم الراحمین نے کیا معاملہ کیا؟ اس کے بارے میں کیا کہنا اور سوچنا؟ کیوں کہ ہم اس کے گھر پہنچ گئے ہیں، اس کے صحن میں قدم رکھ چکے ہیں، اس کا حرم دیکھ چکے ہیں، زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو چکی ہے، اب اور ہمیں کیا چاہیے؟ یہی تو اس کی میزبانی اور اس کی جانب سے دعاؤں کی قبولیت کی نشانی ہے۔

محبوب کا گھر بھی محبوب: حج کا موسم، ازدحام بڑھتا جاتا ہے، عمرہ کرنے کا صحیح طریقہ کئی بار سن اور پڑھ چکے تھے، طبیعت مطمئن تھی، مگر جذب وشوق کے عالم میں پڑھی اور سنی ہوئی باتیں بھی ذہن سے نکل جاتی ہیں، خانۂ کعبہ کی طرف ہم لوگ آگے بڑھنا چاہتے تھے، مگر بھیڑ کی وجہ سے قدم رک جاتے تھے، طواف شروع کرنے کے واسطے حجر اسود کا بوسہ لینا کارے دارد، اس لیے ہری لائٹ کے نشان اور باب کعبہ کے کونے پر استلام کر کے طواف شروع کیا، اضطباع اور رمل کا فوراً احساس نہیں ہوا، پھر رمل کرنے کی کوشش کی، اور اضطباع بھی کیا، طواف کے دوران خانۂ کعبہ کو دیکھنے کی ممانعت ہے، دل بار بار اسے دیکھنے کے لیے ہمک رہا تھا، مگر پھر صبر کر لیا جاتا کہ طواف کرنے کے بعد پھر جی بھر کر دیکھ لیں گے، البتہ استلام کے وقت قدم کو کعبہ کی جانب گھمائے بغیر اسے دیکھ لیتے تھے، طواف کے تمام چکروں کی دعائیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، رکن یمانی کے بعد حجر اسود کی دعائیں بھی منقول ہیں، مگر سب کا استحضار نہیں رہ پاتا ہے، اگر چہ دیگر ممالک کے معلمین اپنے اپنے حجاج کو وہ دعائیں کتابوں سے دیکھ کر پڑھاتے رہتے ہیں، جس سے مطاف دعاؤں سے گونجنے لگتا ہے، اور بلند آواز سے ان کے پڑھنے کی وجہ سے بہت سے حجاج کرام کی اپنی دعاؤں میں خلل ہونے لگتا ہے، مگر بعض دفعہ ان کے تیز تیز پڑھنے سے اپنے کو بھی کچھ دعائیں یاد آنے لگتی ہیں۔

سات دانے کی تسبیح اکثر حجاج کرام اپنے ہاتھوں میں لیے رہتے ہیں تا کہ سات چکر کی صحیح تعداد کا علم رہے۔ نیچے کے مطاف میں طواف کا یہ عمل بیس سے تیس منٹ میں الحمدللہ مکمل ہو جاتا ہے۔ استلام اور باب کعبہ کے پاس آ کر بھیڑ بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے، کیوں کہ وہیں سے طواف شروع ہوتا اور وہیں پر ختم بھی ہوتا ہے۔ نیز وہیں جا کر طاقتور مرد وخواتین رکن یمانی کو چھونے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے واسطے جمع ہونے لگتے ہیں۔ جو حضرات بوسہ دینے سے خود کو عاجز محسوس کرتے ہیں وہ بھی اپنی سی کوشش کرتے ہیں کہ ذرا ہم بھی حجر اسود کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں اور قسمت آزمائی کر کے اپنا نصیب جگمگائیں۔ ہم لوگ مؤخر الذکر میں تھے، ایک دن اسی نیت سے قریب پہنچنے کی جدو جہد کی، وہاں کی سخت بھیڑ، دھکم دھکا، اور ایک دوسرے کو دبانے کی جو حالت دیکھی تو بہت قریب جانے کی ہمت بھی جواب دے گئی، اسی دوران اچانک بہت زور کی چیخ سنائی دی، آواز حجر اسود کے قریب سے ہی بلند ہوئی تھی، طبیعت اس آواز سے بہت ڈر گئی، ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی شخص بھیڑ میں ہر طرف سے دب گیا ہو اور اس کی سانس رک گئی ہو، تب تک دیکھا کہ آگے حجر اسود کے قریب سے ایک انڈونیشیائی پستہ قد شخص کو لوگوں نے نیچے سے نکالا، اس کے احرام کی چادر گر گئی تھی، وہ شخص جب کچھ اوپر آیا تو دیکھا گیا کہ زور زور سے سانسیں لے رہا ہے اور پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے، وہ حاجی ہمت ہار کر جان بچانے کے لیے اب باہر والی کم بھیڑ میں آنے کے لیے بیتاب تھا، یہ دلخراش منظر دیکھ کر ہم لوگ اور پیچھے ہٹ گئے، مگر بہت سے جانباز حضرات اپنی طاقت کے بل بوتے پر آگے بڑھتے اور کامیاب ہوتے رہے، وہیں خانۂ کعبہ کا خوبصورت اور دلکش دروازہ اور اس کی چوکھٹ ہے، ہم لوگ مقام ابراہیم کو بڑی مشقت سے دیکھنے کے بعد ادھر متوجہ ہوئے، دروازہ کی چوکھٹ کو چھونے اور پکڑنے کے واسطے یہاں کی بھیڑ بھی کچھ کم نہیں تھی، مگر حجر اسود کے مقابلے میں یہاں ہجوم ذرا جلدی چھٹ جاتا تھا، اس لیے ہم لوگ بھی قریب پہنچ گئے، یہاں جو حضرات اس کی چوکھٹ پکڑ لیتے ہیں وہ بھی بہت جلد ہٹنا نہیں چاہتے ہیں، مگر خیر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی چوکھٹ کو چھونے اور دعا کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ اس دروازے سے حطیم تک بھیڑ ذرا کم ہو جاتی ہے، بلکہ کچھ لوگ یہاں طواف کی دو رکعت بھی پڑھنے لگتے ہیں، کیوں کہ مقام ابراہیم کے پاس نماز کی گنجائش نہیں بن پاتی ہے۔ ہمیں بھی یہاں نماز کا ایک بار چانس ملا، یہاں دروازے کے پاس آ کر البتہ دعا کرنے کا دیر تک موقع مل گیا اور اہلیہ کے ساتھ خوب دعائیں کی گئیں۔

عشق وسرمستی کا مظاہرہ: دریں اثنا جوش میں ہوش کھونے والا یہ منظر بھی دیکھا کہ ایک ہندی یا پاکستانی بوڑھے مگر جوشیلے حاجی

صاحب؛ جو خانۂ کعبہ کی چوکھٹ پکڑنے میں کامیاب ہوگئے تھے، انھوں نے اسی پر اکتفانہ کرتے ہوئے چوکھٹ کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے پاؤں کے سہارے اوپر چڑھنا شروع کیا، ہم لوگ ان کا یہ جوش دیکھ کر حیران رہ گئے، وہ اور اوپر چڑھنا چاہتے تھے اور قریب تھا کہ اب اپنا ایک پیر اس چوکھٹ پر رکھ کر خانۂ کعبہ کا کڑا اور تالا پکڑ لیتے، اور اس کے بعد نہ جانے اور کیا کیا کرتے، تب تک ایک پولیس والا؛ جو نہ جانے کہاں تھا؟ وہ تیزی کے ساتھ سب کو ہٹاتا ہوا آیا اور اس کو پکڑ کر نیچے کھینچا، اسے اپنے قابو میں کرکے مجمع سے باہر لے کر نہ جانے کہاں غائب ہوگیا؟ سب لوگ یہ حیران کن تماشہ دیکھ کر دنگ رہ گئے اور پھر اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر آدمی عشق وسرمستی میں بہکنے لگتا ہے اور جوش جنوں میں آکر غیر قانونی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں حجر اسود کے اوپر ایک پولیس والا ہمیشہ حالات پر نظریں جمائے رہتا ہے کہ خدانخواستہ ایسے غیر مناسب حالات سامنے آجائیں تو اس سے نمٹا جاسکے۔ وہاں مسجد حرام کے اوپر جو مطاف بنا ہوا ہے، وہ بھی خاصا وسیع وعریض ہے، وہاں سے خانۂ کعبہ بہت اچھی طرح نظر آتا ہے، مگر برآمدے میں چھت کے کنارے اگرچہ ریلنگ بنی ہوئی ہے، اس کے باوجود ڈیڑھ دولاٹھی دور تک کی جگہ پورے حرم شریف میں گھیری ہوئی رہتی ہے، جس سے مطاف کا دائرہ سمٹنے کے بجائے طواف کی مسافت بہت بڑھ جاتی ہے اور ڈیڑھ گھنٹے سے بھی زیادہ ایک طواف میں وقت اور محنت صرف ہوجاتی ہے۔ میں نے اوپر سے طواف کے دوران ایک صاحب سے کہا کہ اگر یہ پولیس والے اس رکاوٹ کو ہٹادیں تو ہم لوگ بالکل ریلنگ سے قریب ہوکر جلدی جلدی طواف کے چکروں کو پورا کرلیں، اور سب کو آسانی ہوجائے، اس پر انھوں نے کہا کہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کتنے جوشیلے نوجوان خانۂ کعبہ، اس کا دروازہ اور حجر اسود کو دیکھ کر ہوش کھو بیٹھے اور ریلنگ کو پھاند کر نیچے کود گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی زخمی ہوئے اور دوسروں کو بھی گھائل کردیا۔

جب طواف میں حطیم کی جانب بڑھتے ہیں، اس وقت وہاں سے چلنے میں آسانی ہوجاتی ہے، اور آدمی اپنی رفتار سے چلنے لگتا ہے، کیوں کہ حطیم کی وجہ سے مجمع پھیل جاتا ہے، ورنہ مطاف میں انسان اپنی چال بھول کر بھیڑ کے سہارے ہولے ہولے چلنے بلکہ کھسکنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

مطاف ومسعیٰ کا ادب واحترام: دنیا میں خانۂ کعبہ، مطاف، مسجد حرام؛ نیز مسجد نبوی اور قبر اطہر سے افضل کون سی جگہ ہوسکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین ان مقامات مقدسہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان جگہوں پر کتنے اللہ والے اپنے جوتے اتار کر برہنہ پا چلا کرتے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں جب تک رہے (اور زندگی کی آخری سانس تک رہے) انہوں نے چپل جوتے نہیں پہنے کہ اگر میں جوتے پہن کر چلوں تو کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کے نشان پر میرا جوتا پڑ جائے۔

مگر اب دیکھا جارہا ہے کہ بہت سے ممالک کے حضرات اپنے جوتے چپلوں کے ساتھ حرمین شریفین میں بے محابا چلے جاتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ نیچے کے مطاف میں چپلوں کے ساتھ طواف کرتے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی چپلیں طواف کی بھیڑ میں اکثر دب جاتی ہیں جس سے دونوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ بعض لوگوں کو چپلوں کے ساتھ نماز پڑھتے بھی دیکھا گیا ہے۔ ایسی متبرک جگہوں کا اگر آدمی احترام نہیں کرے گا تو کہاں کا کرے گا؟ ایسے لوگوں سے اگر کہا جائے کہ آپ اپنی چپل اپنے سر پر رکھ لیں، اور تلوے کی طرف والا حصہ اپنے چہرے یا سر پر ملیں، تو کیا وہ خوشی سے اس کے لیے تیار ہوجائیں گے؟ مگر افسوس کہ بہت سے لوگ اس مرض کے شکار ہوجاتے ہیں۔

مگر اس کے پہلو بہ پہلو بہت سے ممالک کے حجاج کرام وہاں پہنچ کر ادب واحترام کا بے انتہا لحاظ کرتے ہیں اور اس قسم کے بے ادب لوگوں کو تنبیہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایشیائی ممالک کے حجاج کرام ادب واحترام کے معاملے میں دوسرے ممالک کے حجاج سے فائق دیکھے گئے ہیں۔ جن ممالک کے باشندوں میں فرائض کے ساتھ سنت وآداب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے وہاں کے لوگوں میں آزادخیالی کم پائی جاتی ہے اور وہاں کے لوگ معتدل اور صالح بھی ہوتے ہیں۔

اللہ کے نبی بیت اللہ کے سامنے:

عمرہ کے وقت طواف کے دوران خانہ کعبہ کے اردگرد چلنے میں بڑا روحانی سکون ملتا ہے، اکثر ذہن میں ''**ولیطوفوا بالبیت العتیق**'' والی

آیت خیالوں میں گونجتی رہتی تھی، یہ بھی خیال آتا تھا کہ یہیں نبی کریم ﷺ ہجرت سے قبل طواف کرتے تھے، کفار ومشرکین آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ دیکھو اس ریاکار کو! نبی کریم ﷺ اس کے قریب میں جاکر نماز ادا کرتے تھے، اسی دوران جب آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے، ابوجہل کے پاس اس کے کئی ساتھی بھی تھے، انہوں نے آپ کے ساتھ کتنی بدسلوکی کی، اس کے متعلق بخاری شریف کی روایت ہے کہ عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلے کی (جو) اونٹنی ذبح ہوئی ہے (اس کی) اوجھڑی اٹھا لائے اور (لاکر) جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بدبخت (آدمی) اٹھا اور وہ اوجھڑی لے کر آیا اور میں دیکھتا رہا، جب آپ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا (عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ کی پیٹھ سے اتار کر پھینکا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا پھر تین بار فرمایا۔ یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے، یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بددعا دی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر آپ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لیا کہ اے اللہ! ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دے۔ ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو۔ ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جن لوگوں کے (بددعا کرتے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیے تھے، میں نے ان کی (لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا۔

خانہ کعبہ کا تقدس پامال: یہی وہ دور تھا جب بیت اللہ کا تقدس پامال ہو رہا تھا، اللہ پاک کی عبادت کے لیے بنایا یہ گھر؛ جہاں سے توحید کی دعوت پھیلنی چاہیے تھی، اسی گھر میں ان کے بزرگوں کے نام پر بت بنا کر رکھ دیے گئے تھے، اور ایک نہیں پورے تین سو ساٹھ چھوٹے بڑے بت، ان کا خیال تھا کہ ہر دن کا الگ الگ معبود ہوگا تو ہمارے کام آسانی سے پورے ہوں گے۔ یہیں طواف کے نام برہنگی عام تھی، نماز کے نام پر ملت ابراہیمی پر چلنے کے دعوے کی دلیل میں صرف سیٹیاں بجانا اور تالی پیٹنا ہوتا تھا۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکمل مومن اور اللہ کے احکامات کو پورے طور پر بجالانے والے تھے۔ ان کا اس قسم کی بے دینی سے کیا تعلق؟ کبھی کبھی دل میں بات آتی تھی کہ اللہ کے کتنے نبیوں اور رسولوں نے اس کا طواف کیا، صحابہ کرام، تابعین عظام اور نہ جانے کتنے اولیائے اللہ و بزرگان دین نے اس کے اردگرد چکر لگائے، آج اللہ پاک نے ان کی متابعت کی توفیق دی، ان کی مشابہت اختیار کرنے کی سعادت بخشی، اگرچہ ہمارا عمل اپنی ریاکاریوں، خطاؤں اور بدنیتی کی وجہ سے اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جاسکے۔ مگر اس کی ذات رحیم و کریم اور نوازنے والی ہے، وہ ناقص عمل کو بھی قبول کر لیتی ہے اور وہ گناہوں کو بھی حسنات میں تبدیل کر کے اپنی رحمت و مغفرت کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے، اس لیے ہم اس کے کرم کے امیدوار رہتے ہیں، ورنہ ہمارا طواف وسعی محض ان کی نقل ہے:

ترے محبوب کی صورت شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے، میں صورت لے کے آیا ہوں

بیت اللہ کو دیکھ کر اس کی عظمت کو تار تار کرنے والوں کی بھی یاد آتی تھی، جب مشرکین مکہ اور دیگر کفار برہنہ ہو کر اس کا طواف کیا کرتے تھے، کیا ان کے دلوں میں اس مقام کی عظمت اور اس کی حرمت کا احساس نہیں ہوتا تھا؟ کہ اتنی عظمت والی پاک جگہ پہنچ کر بے حیائی اور بے شرمی کا ایسا مظاہرہ کرتے رہے؟ کوئی شخص اپنے گھر پر بھی بالکل ننگا نہیں ہوتا، اور وہ لوگ یہاں آکر برہنگی کی حالت میں ہو کر اس کے تقدس کو بے جھجک پامال کرتے رہے، مگر یہ بھی جواب آتا کہ شیطان لعین نے ان کے برے کاموں کو مزین کر کے اچھی صورت میں پیش کرتا رہتا ہے، جس سے انہیں غلط کام بھی بھلا لگتا تھا، اللہ نے فرمایا

ہے''وزین لھم الشیطان اعمالھم ''یعنی شیطان ان کے اعمال کو ایسا بنا سنوار کران کی نظروں میں دکھاتا ہے جس سے وہ پسند کرتے ہیں اور راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں، یہاں پہنچ کر اس نے ان کے دل و دماغ میں یہ بات بسادی تھی کہ معاذ اللہ! جن کپڑوں میں تم نے گناہ کیے ہیں، اور کون سا کپڑا ایسا ہوگا جس کو پہن کر گناہ میں ملوث نہ ہوئے ہوں؟ اسے پہن کر بیت اللہ کا طواف کروگے؟ اور اپنے عمرے کو خراب اور داغدار کروگے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ حج وعمرے سے فراغت کے بعد جب گھر جاتے تو اصل دروازے جانے کے بجائے ادھر ادھر کی دیواریں پھلانگ اور کود کر جاتے تھے، کہ ہم گناہ گار دروازے سے کیوں کر داخل ہوں؟ اب ہم پاک وصاف ہو کر آئے ہیں، کہیں پھر گناہ کا داغ ان دروازوں سے لگ نہ جائے؟

توحید کی صدا: طواف کے دوران اکثر تیسرا اور چوتھا کلمہ زبان پر رہتا، اور جب رکن یمانی پر پہنچتے تو پورا حرم شریف''ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار'' کی دل آویز صدا سے گونج اٹھتا، اسی طرح جب طواف کا نیا چکر شروع کرنا ہوتا، وہاں استلام کے وقت''بسم اللہ، اللہ اکبر، لاالہ الا اللہ وللہ الحمد'' کی توحیدی آواز سے مطاف معمور ہو جاتا۔ طوافِ کعبہ کے بعد جب ہم لوگ دو رکعت سنت الطواف کی مسجد حرام میں ادا کر چکے تو اب سعی بین الصفا والمروۃ کی باری تھی۔

حرم مکہ میں اطمینان سے نماز اور دعا کا موقع بھیڑ کی وجہ سے کم مل پاتا ہے، ازدحام کی وجہ سے اکثر پولیس والے حاجیوں کو کہیں دیر تک رکنے نہیں دیتے اور''راستہ، راستہ'' کہہ کر لوگوں کو منتشر کرتے رہتے ہیں۔ آدمی سوچتا ہے کہ وہ ایسی جگہ دو رکعت نماز ادا کرے جہاں سے خانۂ کعبہ صاف نظر آتا ہو، دعا ایسی جگہوں پر بیٹھ کر مانگے جن جگہوں کو مقامات قبولیت میں شمار کیا گیا ہو، مگر ہائے رے ازدحام کو منتشر کرنے کی خاطر بنائے گئے اصول وقواعد! کہ حجاج کرام کی دلی تمنائیں پوری نہیں ہو پاتیں، ادھر آپ نے خشوع وخضوع سے نماز کی نیت باندھی یا دعا کے لیے استجابت کا ماحول بنایا اور ادھر سخت گیر شرطیوں میں سے کوئی نہ کوئی آدھمکا اور آپ کو کہیں کنارے؛ جہاں سے یہ چیزیں اوجھل ہو جائیں، وہاں کا راستہ دکھادے گا۔ بہر حال یہ ان کی مجبوری کہی جاسکتی ہے، مگر کیا کیا جائے کہ اکثر حجاج کرام کو زندگی میں ایک بار پہنچنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، اور وہ وہاں اپنے سینے میں کیسے کیسے ارمان چھپا کر لے جاتے ہیں کہ ہم حرم شریف میں بیت اللہ کے سامنے یہ یہ دعا کریں گے، فلاں فلاں چیز اللہ سے مانگیں گے، وہاں پہنچ کر جب حسرتیں پوری نہیں ہوتیں اور دل کے ارمان نکل نہیں پاتے تو وہ مایوسی کا شکار ہو کر ان منتظمین کے رویے سے بددل ہونے لگتے ہیں۔

ایسا کتنی بار دیکھا گیا کہ کوئی حاجی اور حجن نماز میں ایسی جگہ مشغول ہوئے جہاں مطاف ختم ہوتا ہے، ادھر وہ یہ سوچ سوچ کر اپنی قسمت پر رشک کرتے ہوئے نماز میں دھیان لگائے رہتے ہیں کہ آج حرم شریف میں بیت اللہ کے مواجہہ میں نماز کا موقع مل گیا ہے، خانہ کعبہ عین میرے سامنے ہے، اللہ کی رحمت بارش کی طرح برس رہی ہے، اللہ پاک بالکل سامنے موجود ہیں، میں اسے دیکھ رہا ہوں، وہ بھی مجھے دیکھ رہے ہیں، ایسی قربت پھر کہاں مل سکتی ہے؟ کہ اچانک پولیس والے آگئے اور انہوں نے ان کی نماز تڑوادی، پھر دوسری جانب کہیں جا کر نماز پڑھنے پر مجبور کر دیا، وہ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ اپنے یہاں کوئی کسی کی نماز توڑنے پر مجبور نہیں کرتا مگر حرم شریف میں اس غیر متوقع حرکت کی نوبت آگئی۔ وہ کھڑے کھڑے اپنی نماز توڑ کر بددلی کے ساتھ دوسری جگہوں پر جانے پر مجبور ہوتے ہیں اور اللہ سے جو لو لگائے ہوئے تھے وہ روحانی سلسلہ اچانک ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔

سعی اور آرام دہ مسعیٰ: پھر عمرے کی تکمیل کے لیے سعی کے واسطے مسعیٰ میں پہنچے، مسعی بھی معتمرین سے بھرا ہوا رہتا ہے، اس لیے اس کی بھی کئی خوبصورت اور نہایت کشادہ منزلیں بنادی گئی ہیں، جو نہایت ٹھنڈی ہونے کے ساتھ روحانیت سے بھی بھرپور ہوتی ہیں۔ نیز صفا اور مروہ کے درمیان بھی وہیل چیئر پر معذوروں کو بیٹھا کر سعی کرانے کے لیے آمد ورفت کا الگ الگ راستہ بنا ہوا ہے۔ صفا پہاڑی کی جانب سے سعی کی ابتدا ہوتی ہے، یہ پہاڑی مسعی کے طویل راستے کے مقابلے میں کچھ بلند ہے، پہلے تو اور بھی اونچی یہ پہاڑی رہی ہوگی، بلکہ صفا سے مروہ کی جو دوری ہے، وہ بھی برابر کب رہی ہوگی؟ وہ پہاڑی ہونے کے باعث نشیب وفراز سے متصف رہی ہوگی، مگر تعمیری اور توسیعی منصوبے کے تحت اسے کاٹنے کے بعد اب برابر کر دیا گیا ہے، صفا پہاڑی کو بھی تراش خراش کے دور سے گزارا گیا ہے، مگر اب بھی اس پہاڑی کے بلند واضح نشانات موجود ہیں۔ وہاں بہ نسبت عام صفا کے ابھی بلندی باقی رکھی گئی

ہے، اس پہاڑی کو شیشے سے گھیر دیا گیا ہے تاکہ سبھی کو دکھائی دے، اسی طرح مروہ پہاڑی؛ جو صفا کے مقابلے میں زیادہ بلند نہیں ہے، اس کے بھی نشانات باقی رکھے گئے ہیں۔ صفا سے سعی کا آغاز ہوتا ہے، اس لیے وہاں عربی اور انگریزی میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ نیز آیت کریمہ "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" وہاں جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔ سعی کے دوران لوگ فضول بات چیت میں مشغول نہ ہوں، اس پر متنبہ کرنے کے واسطے جگہ جگہ احادیث بھی لکھی ہوئی ملے گی۔ مثلاً {إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللهِ} »أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ«لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

طوافِ اور سعی کے دوران بات چیت کرنا مناسب نہیں ہوتا، یہ لمحہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانیوں کو یاد کرنے اور اس کے استحضار کا وقت ہے، جب ان کی والدہ اپنے اکلوتے اور پیاس سے تڑپتے ہوئے بچے کو مقام زمزم کے قریب چھوڑ کر پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ پہاڑی پر ایک دو چکر نہیں بلکہ سات چکر دوڑتی رہیں اور اپنی بھوک پیاس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معصوم اور شیر خوار بچے کی پیاس بجھانے کے لئے دیوانہ وار چکر لگاتی رہیں اور بچے کی ہلاکت کے خوف سے میلین اخضرین کے پاس جو کہ نشیب میں واقع تھا، تیز تیز دوڑتی رہیں۔ کتنی قربانیوں اور جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی سیرابی کے واسطے خشک اور بے آب وگیاہ پہاڑی میں زمزم جیسا شیریں اور متبرک پانی کا چشمہ جاری کردیا۔ اللہ پاک کو بچے کی محبت میں ان کی سعی کو اتنا پسند کیا کہ اسے تمام حجاج ومعتمرین کے لیے ضروری قرار دیا، اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ایک ماں اپنے بچے کی محبت میں اس کی پیاس بجھانے کے واسطے جب اتنا دوڑ سکتی ہے تو اللہ پاک اپنے ان بندوں کے لیے جو اس کی محبت میں دور دراز جگہوں سے مشقت برداشت کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں، ان کی مغفرت وبخشش کے اس نے بہانے اور طریقے کیوں نہیں نکالے ہوں گے؟ کیوں کہ وہ اپنے بندوں پر ستر ماؤں سے زیادہ مہربان ہے، اس لیے اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

طوافِ اور سعی کے دوران بات چیت کرنا مناسب نہیں ہوتا، نبی کریم ﷺ نے ان وقتوں میں ذکر اللہ میں مشغول رہنے کی ہدایت دی ہے، وہاں مسعی میں یہ حدیث بھی اسکرین پر بار بار آتی رہتی ہے کہ اللہ پاک نے طواف وسعی کو اپنی یاد کرنے کے لیے بنایا ہے، یہ وقت حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانیوں کو یاد کرنے اور اس کے استحضار کا ہے، جب ان کی والدہ اپنے اکلوتے اور پیاس سے تڑپتے ہوئے بچے کو مقام زمزم کے قریب چھوڑ کر پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ پہاڑی پر ایک دو چکر نہیں بلکہ سات چکر دوڑتی رہیں اور اپنی بھوک پیاس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معصوم اور شیر خوار بچے کی پیاس بجھانے کے لئے دیوانہ وار دوڑتی رہیں اور بچے کی ہلاکت کے خوف سے میلین اخضرین کے پاس جو کہ نشیب میں واقع تھا، تیز تیز دوڑتی رہیں۔ کتنی قربانیوں اور جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی سیرابی کے واسطے خشک اور بے آب وگیاہ پہاڑی میں زمزم جیسا شیریں اور متبرک پانی کا چشمہ جاری کردیا، جس کی کثرت اور اس میں موجود قوت وطاقت کے خزانے کو دیکھ کر عقل حیران اور سائنس داں محو حیرت ہیں، ان دونوں کی قربانیوں کے طفیل میں اللہ تعالیٰ ساری دنیا والوں کو آب زم زم پلا رہا ہے اور ان کی تشنگی کو مبارک پانی سے سیراب کررہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صفا اور مروہ کو" شعائر اللہ" بنا دیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قوت وطاقت کی نشانی ہیں، ان جگہوں کو دیکھ کر دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے اور دعا میں دل لگانا چاہیے۔

حج وعمرہ اور گروپ: صفا اور مروہ پہنچ کر اللہ کے نیک بندے خانۂ کعبہ کی طرف متوجہ ہوکر دعا میں مشغول ہوجاتے ہیں اور رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے معلمین اپنے حجاج کرام کو؛ جو گروپ کی شکل میں رہتے ہیں، انھیں بلند آواز میں دعائیں پڑھاتے ہیں، تمام گروہوں کی الگ الگ نشانیاں ہوتی ہیں اور سب ایک ساتھ ہر جگہ رہتے ہیں، ان میں کا کوئی فرد؛ مرد ہو یا عورت، وہ گروپ سے کسی بھی صورت میں جدا نہیں ہوسکتا۔ چاہے اس کے لیے انہیں دوسروں کو دھکا دینا پڑے یا دھکا کھانا پڑے۔ اسی لیے ان میں کا کوئی فرد کبھی بھی راستہ نہیں بھٹکتا اور نہ ہی کہیں گم ہوتا ہے۔ جب کہ دیگر حجاج کرام جو اپنی اپنی بیویوں یا ایک دو کے ساتھ اپنی بلڈنگ سے چلے آتے ہیں وہ اکثر ایک دوسرے سے بچھڑ جاتے ہیں۔

معلمین کے ساتھ ساتھ رہنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھنے کی برکت سے دنیاوی باتوں میں وقت ضائع کرنے سے لوگ محفوظ ہو جاتے ہیں، اور ان کے سارے ارکان بحسن وخوبی انجام پذیر ہوتے ہیں، جب کہ منفردین میں سے کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو" ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم" ساری پڑھی اور سنی ہوئی باتیں بھول کر طواف کرنے کے بعد بغیر سعی کیے اپنے روم میں آجاتے ہیں اور حلق بھی کرا لیتے ہیں۔

میں نے ان گروپ والوں کو ان کی بلڈنگوں کے پاس دیکھا کہ ان کے معلمین انہیں ایک جگہ روک کر اس دن کے سارے کام بتا دیتے ہیں اور اس کے بعد حرم شریف لے جاتے ہیں۔ پھر وہ معلم انہیں کہیں تنہا نہیں چھوڑتے، اپنا ایک نشان ہاتھ میں لے کر بلند کیے رہتے ہیں، تا کہ کوئی ان کا فرد منتشر ہو کر کسی ''دم'' کا مرتکب نہ ہو جائے، اس کا لحاظ وہ حرم شریف سے لے کر منی، عرفات ومزدلفہ اور رمی جمرات تک ہر جگہ کرتے ہیں، جن کا گروپ اور زیادہ بڑا ہوتا ہے، وہ باقاعدہ جھنڈے کے علاوہ ایک مائک بھی تھامے چلتے ہیں اور ہر مقام پر رک کر مقامات مقدسہ کی پوری تفصیل بھی بتاتے ہیں۔ جب کہ دیگر ممالک کے حجاج کرام میں یہ التزام نہیں پایا جاتا، حتیٰ کہ جو بس والے حجاج کو مقامات مقدسہ کی زیارت کرانے لے جاتے ہیں ان میں سے تمام معلم بس میں ان زیارت گاہوں کے متعلق پوری معلومات فراہم کر دیتے ہیں، مگر ان میں سے کم ہی معلم باقاعدہ جھنڈا لے کر اپنے زائرین کو ہر مقام پر اتر کر کچھ بتاتے ہیں، بلکہ دیکھا گیا کہ وہ دھوپ میں جانے کے بجائے ائیر کنڈیشن بس میں آرام کرتے رہتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتنے لوگوں کو ان جگہوں پر پہنچنے کے باوجود پوری معلومات حاصل نہیں ہو پاتی۔

اگر چہ ان گروپوں کے کچھ نقصانات بھی پیش آتے ہیں جن کا نقصان ان کو نہیں، بلکہ دوسروں کو ہوتا ہے، مثلاً ایک تو یہ کہ ان کی بلند آوازوں سے دوسرے لوگوں کو اپنے اوراد پڑھنے اور دعا میں خلل ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ یہ گروپ والے دوسروں کی اذیت کا چنداں خیال نہیں کرتے اور جدھر کا رخ کر لیتے ہیں، ادھر دوسروں کو موقع نہیں دیتے، اسی لیے ان گروپوں کو دیکھ کر لوگ دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے پناہ مانگتے ہیں۔

حج وعمرے کی سعادت کی خوشی:

اللہ تعالیٰ نے جن خوش نصیبوں کو مقامات مقدسہ کی زیارت کی سعادت بخشی، جنہیں ایسی پاک سرزمین پر بلا لیا جہاں انبیائے کرام علیہم السلام حج کرنے پہنچے، جہاں ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک نہ صرف پہنچے بلکہ وہاں بہت دنوں تک تعمیر بیت اللہ کے واسطے قیام فرمایا، جہاں ذبیح اللہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پرورش و پرداخت ہوئی، جہاں کی سرزمین اور اس کے ذرے ذرے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قربانیوں سے واقف ہے۔ جس بلد امین کی خالق کائنات نے قسم کھائی اور قرآن کریم میں جا بجا اس کا تذکرہ فرمایا۔ جو زمین مقدس تمام روئے زمین سے افضل اور قابلِ فخر ہے۔ جس سرزمین کا لقب" ام القریٰ" ہے، جہاں بیت اللہ ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

ایسی متبرک اور پاک جگہ جس بندے کی رسائی ہو جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ فضل وکرم سے ان شاء اللہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جائے گا۔ اس لیے اس کی سعادت اور خوش قسمتی کا کیا کہنا، یہی وجہ ہے کہ جب انسان طواف اور سعی میں مصروف ہوتا ہے اور محنت ومشقت اٹھا کر ان ارکان کو مکمل کرتا ہے تو وہ دل ہی دل میں اس سعادت پر خوش ہوتا رہتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ اب وہ اصلی زندگی جی رہا ہے اور زندگی کے ایام کے ایک ایک لمحے کو وصول کر رہا ہے۔ یہیں کی حیات اصل حیات ہے اور یہاں کی موت بہتر انجام پر منتج ہونے والی ہے۔ اس لیے جب عمرے کے ارکان سے فراغت حاصل ہو گئی تو دل میں روحانی سرور وکیف کی ایسی لہر دوڑ گئی جس کا شعور اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو من جانب اللہ ملی ہوئی ان سوغات کا قدر دان ہو۔

میں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک نوجوان مگر مخلص دوست کو اس وقت خوشی کے آنسوؤں میں لبریز دیکھا جسے بڑے انتظار اور چاہت کے بعد ریاض الجنہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا، ہم کئی احباب ساتھ تھے، ریاض الجنہ میں نماز ودعا اور روضۂ اقدس پر درود وسلام پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جب باہر نکلے تو یقیناً خوشی کی وجہ سے آنکھیں اشکبار تھیں، مگر اپنے ساتھی کو دیکھا کہ وہ ایک بڑے عالم سے سلام کے بعد جب معانقہ کیا ہے تو فرط خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور بے قابو ہو کر دیر تک بچوں کی طرح سسکتے رہے۔ یہ ہوتی ہے کسی سعادت بختی پر حاصل ہونے

والی خوشی کی تاثیر۔

مکہ اور مدینہ میں پیدل چلنے کی ہمت:

صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی میں بھی اچھا خاصا وقت لگتا ہے، کیوں کہ سعی کے وقت دونوں جگہوں پر رک کر کچھ دیر دعا بھی کی جاتی ہے، ویسے بھی ان دونوں کے درمیان کی دوری کوئی کم نہیں ہے، پانچ سو میٹر کا ایک جانب کا فاصلہ بھی اگر سوچا جائے تو بھی مکمل سعی میں ساڑھے تین کیلومیٹر کی مسافت ہوجاتی ہے۔حساب کے اعتبار سے یہ مسافت ساڑھے تین کیلومیٹر سے ذرا سا کم ہوتی ہے۔اگر ضعیف اہلیہ بھی ہمراہ ہو اور بھیڑ بھی زیادہ ہو تو پھر کیا پوچھنا؟ جسم میں ہزار تھکاوٹ ہو، بھوک اور آرام کا بھی تقاضا ہو، مگر جس جگہ پوری دنیا سمٹ کر طواف وسعی میں رواں دواں ہو، جس میں ضعیف و ناتواں اور عمر دراز لوگ بھی ہوں، تو انسان اپنی محنت و مشقت بھول جاتا ہے، اور وہ بھی بھیڑ کا حصہ ہو کر ارکان کی ادائیگی میں مشغول ہوجاتا ہے۔انسانوں کے بہتے دریا کی روانی میں شامل ہو کر عمل کرنے میں آسانی ہوجاتی ہے۔راستے میں کہیں رکنے کی ضرورت بھی ہوتی ہے تو سعودی پولیس کے ارکان ہمت بڑھاتے رہتے ہیں ، گرمی اور تپش سے بچاؤ کے لیے ان پر بوتلوں سے پانی کے فوارے چھوڑتے رہتے ہیں، ان کے چہروں پر پانی کی بوندوں کی بوچھار کرکے چہرے کی تروتازگی کا سامان فراہم کرتے ہیں، دوسری جانب کہیں کہیں بڑے بڑے کھمبوں سے پانی کی پھواریں چاروں جانب برسائی جاتی ہیں، تاکہ فضا رطوبت آمیز اور ٹھنڈی رہے، وہاں انسان مسلسل حرکت میں اس لیے بھی رہتا ہے کہ پولیس والے بندوں کو کہیں بیٹھنے کا موقعہ بھی نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ سبھی حجاج کرام ہماری طرح تندرست وتوانا ہیں۔

دوسری بات یہ کہ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ انسان کے حوصلے کے بقدر ہمت وقوت بھی عطا فرمادیتا ہے، جس سے دور دور تک بندہ پیدل چل لیتا ہے، جو حضرات حج سے فراغت پر گھر آجاتے ہیں، ان لوگوں سے اگر کہا جائے کہ آپ لوگ مکہ اور مدینہ منورہ میں روزانہ پانچ سے دس کیلومیٹر پیدل چل لیا کرتے تھے، ذرا یہاں بھی اتنا پیدل چل کر دکھایئے، تو وہ معذوری کا اظہار کرکے پیچھے ہٹ جائیں گے، میں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو؛ جو مکہ اور مدینہ میں خوب پاؤں پاؤں چل لیا کرتی تھیں، گھر آنے کے بعد ایک دن کہا کہ آپ اتنا اتنا روزانہ پیدل چل لیا کرتی تھیں، ذرا یہاں بھی اپنے میکے پیدل چل کر اپنی طاقت آزمایئے، کیوں کہ آپ وہاں حرمین شریفین میں اس سے کہیں زیادہ روز چلا کرتی تھیں۔کہنے لگیں کہ وہاں کی بات اور ہے اور یہاں کی بات اور ہے۔ سچ بات ہے، یہی اصل وجہ ہے کہ حرمین شریفین پہنچنے یا حج کے ارکان کی ادائیگی کے وقت جو حوصلہ وہمت اور جوش ہوتا ہے، وہ یہاں کہاں سے نصیب ہوسکتا ہے؟ اس لیے یہاں کی معمولی دوری بھی دوری سمجھی جاتی ہے، اور وہاں ہر ہر گلی اور سڑکوں سے بڑا بڑا مجمع عشق وسرمستی میں ڈوب کر ذوق وشوق کے ساتھ چلتا رہتا ہے، اس کے دل ودماغ میں یہ بات بسی رہتی ہے کہ یہاں جس طرح نیکیوں کا ثواب لاکھ کے حساب سے بڑھتا رہتا ہے، اسی طرح نیکیاں کرنے اور ارکان کی ادائیگی میں جتنے قدم چلیں گے اور جتنی مشقت اٹھائیں گے، اللہ نے چاہا تو اسی لاکھوں کے حساب سے ہمیں اجر بھی ملے گا۔

اسی احتساب کا اثر ہوتا ہے کہ ہمارے حج کے ساتھیوں میں سے کئی احباب اپنی اپنی مستورات کے ساتھ عرفات سے پیدل مزدلفہ پہنچے، اور پھر مزدلفہ سے منیٰ پیدل آئے، اور پھر اسی دن کنکری مار کر پیدل طواف زیارت کی ہمت کرلی، اور طواف زیارت کے بعد سعی سے بھی فراغت حاصل کرلی۔اگر چہ اس دوران ان کی ایڑیوں میں خون بھی پھٹ کر رسنے لگا، مگر اتنا لمبا فاصلہ ایک دن میں طے کرلینا یہ اللہ پاک کی نصرت اور مناسک حج کی ادائیگی کے لیے بندوں کے ذوق وشوق کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ باقی آئندہ، اگر اللہ نے چاہا۔

استقبال علمائے کرام

انصار احمد معروفی

24 / اگست 2023، مطابق 3 / صفر 1445ھ بروز جمعرات المعارف دار المطالعہ پورہ معروف میں مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے علمائے کرام تشریف لائے، جن کے استقبال کے لئے مذکورہ لائبریری میں پورہ معروف ضلع مئو کے علمائے کرام جمع ہوئے، واردین علمائے کرام میں حضرت مولانا ریاض الحق صاحب قاسمی اور مولانا فہیم اختر صاحب قاسمی شامل ہیں، اول الذکر مولانا کئی سال سے بسلسلہ ملازمت دبئی میں مقیم ہیں، آپ کی صلاحیت ماشاء اللہ مسلم ہے، روزانہ آپ سوشل میڈیا کے ذریعے احادیث مبارکہ نشر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ دبئی کسی مدرسے کے چندے کے لیے پہنچتے ہیں ان کی مولانا ریاض الحق صاحب بہت مدد کرتے ہیں اور خود بھی اچھا حصہ لیتے ہیں۔ پورہ معروف میں آپ کے درسی ساتھیوں میں مولانا مطیع اللہ قاسمی صاحب، مولانا محمد عرفان صاحب ابن مولانا محمد مجتبیٰ صاحب استاذ مدرسہ سراج العلوم پورہ معروف، اور مولانا زین الدین صاحب، نئی بستی وغیرہ شامل ہیں، یہ سبھی حضرات مولانا کی آمد پر استقبال کے لیے موجود تھے۔ مولانا ریاض الحق صاحب قاسمی کے ہمراہ ان کے دوست اور درسی ساتھی مولانا فہیم اختر صاحب قاسمی بھی تشریف لائے۔ آپ حضرات کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت 1993 کی ہے۔ مولانا فہیم اختر صاحب مبارک پور، پورہ دلہن کے رہنے والے ہیں اور کپڑے کی تجارت کے ساتھ جمعیت علمائے ہند سے مربوط ہوکر دینی واصلاحی پروگراموں میں بخوبی حصہ لیتے ہیں، اور جمعیت کے پروگراموں میں حصہ لینے کے لیے دور دراز جگہوں پر بھی جاتے ہیں۔ مولانا مطیع اللہ صاحب کے یہ ساتھی ہیں، اس لیے انہوں نے ان کے استقبال کے واسطے پورہ معروف کے ان علماء کو خاص طور پر مدعو کرلیا تھا جو ان کے ہم عصر تھے، ان میں مولانا محمد خالد صاحب قاسمی ابن حافظ سعید الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ ام حبیبہ پورہ معروف، وسابق استاذ جامعہ اسلامیہ قلندر پور، اعظم گڑھ، مولانا محمد عرفان صاحب ابن مطیع اللہ محلہ بانسہ، جو ابھی عمرہ کر کے واپس ہوئے تھے مولانا نہال الدین ابن شرف الدین محلہ بلوہ استاد مدرسہ معروفیہ شامل ہیں۔

مولانا فہیم اختر صاحب نے اپنے استاد مولانا محمد فاروق صاحب ابن قاری عبد الجبار صاحب محلہ بانسہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا، جن سے انہوں نے مدرسہ ریاض العلوم گرینی میں پڑھا تھا۔ اس لیے فون کے ذریعے مولانا فاروق صاحب کو بلالیا گیا جو جلد ہی حاضر ہو گئے اور سب سے ملاقات کی۔ مولانا اس وقت جامعہ ام حبیبہ پورہ معروف میں استاذ حدیث ہیں۔ اور طب وحکمت سے دلچسپی کے باعث یونانی دوائیں تیار کرتے اور سپلائی بھی کرتے ہیں۔ ان کے والد صاحب مولانا قاری عبد الجبار صاحب؛ جو مدرسہ معروفیہ میں ایک زمانے تک مدرس تھے، ان کو ہمارے دادا مرحوم حضرت مولانا محمد یاسین صاحب خلیفہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری رحمہ اللہ کلکتہ اپنے مدرسے میں پڑھانے کے لیے لے گئے تھے۔

اس استقبالیہ تقریب میں راقم الحروف انصار احمد معروفی استاد مدرسہ چشمہ فیض ادری نے ایک استقبالیہ نظم پیش کی، جس میں مہمانان گرامی قدر کے ساتھ مولانا مطیع اللہ صاحب قاسمی کا بھی ذکر خیر تھا، مغرب کی نماز کے بعد سے عشا کے قریب تک ملنے ملانے اور ضیافت کا یہ سلسلہ دراز رہا، میں نے حج سے منسوب کھجوریں وہیں کھلائیں اور پھر مسجد عابدین میں نماز عشاء سے فراغت کے بعد مولانا مطیع اللہ صاحب کے گھر اطمینان سے پر تکلف عشائیہ میں مرغ و ماہی سے سیراب ہوئے۔